قوامون بالقسط

يَـاَيُّهَاالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كُوۡنُوۡاقَوّٰمِيۡنَ بِالۡقِسۡطِ شُهَدَآءَ لِـلّٰهِ وَلَوۡ عَلٰٓى اَنۡفُسِكُمۡ اَوِ الۡوَالِدَيۡنِ وَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ اِنۡ يَّكُنۡ غَنِيًّا اَوۡ فَقِيۡرًا فَاللّٰهُ اَوۡلٰى بِهِمَا فَلاَ تَتَّبِعُوا الۡهَوٰٓى اَنۡ تَعۡدِلُوۡا وَاِنۡ تَلۡوٗۤا اَوۡتُعۡرِضُوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرًا

مسلمانو! ایسے ہوجاؤ کہ انصاف پر پوری مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے اور اللہ کے لیے (سچی) گواہی دینے والے ہو۔ اگر تمھیں خود اپنے خلاف یا اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے خلاف بھی گواہی دینی پڑے جب بھی نہ جھجکو۔ اگر کوئی مال دار ہے یا محتاج ہے تو اللہ (تم سے) زیادہ ان پر مہربانی رکھنے والا ہے (تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ مال دار کی دولت کے لالچ میں یا محتاج کی محتاجی پر ترس کھا کر سچی بات کہنے سے جھجکو) (پس دیکھو!) ایسا نہ ہو کہ ہوائے نفس کی پیروی تمھیں انصاف سے باز رکھے۔ اور اگر تم (گواہی دیتے ہوئے) بات کو گھما پھرا کر کہو گے (یعنی صاف صاف نہ کہنا چاہو گے) یا گواہی دینے سے پہلوتہی کرو گے تو (یاد رکھو!) تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ ''قوامون بالقسط'' ہوں یعنی حق وانصاف پر اس مضبوطی سے قائم رہنے والے کہ کوئی بات بھی ان کی جگہ سے نہ ہلا سکے۔ اور چاہیے کہ اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہوں۔ دنیا کی کوئی چیز انھیں سچ کہنے سے نہ روک سکے۔ اگر کسی معاملے میں سچائی خود ان کی ذات کے خلاف ہو یا ان کے ماں باپ اور عزیز واقربا کے خلاف ہو جب بھی انھیں سچی ہی بات کہنی چاہیے۔ وہ صرف سچائی ہی کے لیے دل وزبان رکھتے ہیں۔

سچی گواہی دینے میں نہ تو کسی کی دولت کا پاس کرو، نہ کسی کی محتاجی کا۔ اگر کسی معاملے میں گواہی دے سکتے ہو تو اس سے پہلوتہی نہ کرو۔ اور جب گواہی دو تو صاف صاف بات کہو، گھما پھرا کر نہ کہو کہ حقیقت مشتبہ ہو جائے۔

(مولانا ابوالکلام آزادؒ، ترجمان القرآن جلد دوم، ص ۵۴۷-۵۴۹)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

کامیاب مدرس-حدیث کی روشنی میں

عن انس عن النبی ﷺ: أنه كان اذا تكلم بكلمة أعادها ثلاثا حتى تفهم عنه، واذا اتى على قوم فسلم عليهم سلم عليهم ثلاثا، ۹۵/باب من اعاد الحديث ثلاثا ليفهم عنه، فقال الا وقول الزور فما زال يكررها/كتاب العلم صحيح بخارى.

ترجمہ: حضرت انسؓ نبی کریم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو (یہ بوقت ضرورت) اسے تین بار دہراتے تاکہ سننے والا اسے اچھی طرح سمجھ جائے۔

تشریح: ہر سماج ومعاشرہ کو اچھے افراد کی ضرورت پڑتی ہے جو قوم کے نونہالوں کو سنوار سکیں اور جن کے آغوش تربیت میں وہ پروان چڑھ سکیں اسی سنہرے سلسلے کی ایک کڑی کامیاب مدرس بھی ہوتا ہے۔ جو معاشرہ کو سنوارنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے اس کے بغیر قوم کے نونہالوں کے تعلیمی معیار کو بلند نہیں کیا سکتا ہے اور نہ ہی اخلاقی پہلو کو نکھارا جاسکتا ہے۔ اس لئے قرآن وحدیث میں ایک مدرس کے لئے بشارتیں ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اس کی فضیلتوں کا بھی ذکر ہے۔ اس طرح یہ ایک قابل قدر ذی احترام اور مقدس منصب ہے جس منصب پر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی فائز رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی پزیرائی بھی فرمائی۔ خود ہمارے پیارے نبی جناب محمد رسول ﷺ اس عظیم اور مقدس منصب پر فائز رہے بلکہ آپ کے اس منصب عالیہ کو نبوت کے اہم فرائض میں سے ایک اہم فریضہ قرار دیا گیا۔ اور آپ خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ''**انما بعثت معلما**'' کہ مجھے معلم یعنی سکھانے والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور یہ مقدس منصب کسی اور نے نہیں عطا کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے لہٰذا تعلیم وتعلم کے پیشہ کو کسی اور چیز سے جوڑ کر نہ دیکھا جائے۔ بلکہ یہ عمل ربانی ہے چنانچہ جس نے اپنے اندر یہ احساس پیدا کرلیا گویا اس نے اس عظیم منصب کی اہمیت کو سمجھ لیا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک کامیاب مدرس پورے تعلیمی نظام کا ایک اہم ترین عنصر ہوتا ہے جس کے کندھوں پر قوم کے بچوں کی عظیم ذمہ داریوں کو ڈالا گیا ہے جو کل کے معمار ہیں۔ لہٰذا ایک کامیاب مدرس کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے اندر وہ تمام صفات پیدا کرے جن صفات سے رسول اللہ ﷺ متصف تھے اور جس کی آپ نے ہمیں تعلیم دی۔ مذکورہ بالا حدیث میں حضرت انسؓ نے آپ ﷺ کے طرز گفتگو کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ آپ ﷺ جب کوئی بات کہتے تو اسے تین دفعہ دہراتے تاکہ سامع اچھی طرح سن لے اور اسے سمجھ لے۔ اور آپ ﷺ نے جو بات کہی ہے اس کا فائدہ ہو۔ جب وہ بات سمجھ ہی نہیں پائے گا تو آگے کا مرحلہ ظاہر ہے معلق رہے گا۔ ایک کامیاب مدرس کے اندر یہ تڑپ ہونی چاہیے کہ وہ کیسے اپنے اندر ان تمام خصائص وصفات کو پیدا کرے جس کے ذریعہ وہ اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچا سکے، اور ایک باصلاحیت، باذوق، باہمت معلم بن کر ابھرے اور اس کے اعلیٰ فکر، ہمت عالی اور اس کے اخلاقی ،نفسیانی اور روحانی مہارت سے فائدہ اٹھایا جاسکے۔ اس کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے اس کام میں مخلص ہو، تقوی وللّٰہیت اور علم کے ساتھ عمل میں بھی پختہ ہو اور ہر سوال کو اپنے انا کا مسئلہ نہ بنائے۔ جس کا جواب معلوم ہو اسی کا جواب دے اور اگر لا اعلم اور لا ادری کہنے کی ضرورت پڑے تو اسے کہنے میں کوئی عار محسوس نہ کرے، غصہ سے اجتناب کرے۔ پڑھانے سے پہلے اچھی طرح علم کو تازہ کرکے جائے۔ اور طلبہ سے ان کی عقل وفہم کے مطابق گفتگو کرے اور آسان وسہل زبان کا استعمال کرے۔

نیز طلبہ کے ذہنی اور تعلیمی معیار کو بھی سامنے رکھا جائے اور ان کے ساتھ انصاف پر مبنی معتدل رویہ اختیار کیا جائے۔ عفو درگزر سے کام لینے کے ساتھ ساتھ وسعت قلبی ہو، موجودہ دور کے تمام وسائل کے استعمال کی پوری کوشش ہو، تاکہ افہام وتفہیم میں آسانی ہو اور کسی بھی درس کی ابتدا سے پہلے اس کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالی جائے اور اس کی طرف راغب کیا جائے اور اس کی قدر ومنزلت کو اجاگر کیا جائے۔ اسی طرح اچھے ماحول میں ایک دوسرے کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے مناقشہ کا بھی دروازہ کھلا رکھے تاکہ چھپی ہوئی صلاحیتوں کو نکھارا جاسکے۔ اور ان کے اذہان کو مشغول رکھا جاسکے۔ اخلاقی اور تربیتی پہلو کو ایک پل کے لئے بھی نہ چھوڑا جائے اور نہ ہی اس سلسلے میں ادنیٰ غفلت برتی جائے۔ نیز تلاوت کلام پاک ذکر واذکار اور خصوصی وظائف کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کے اندر دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش ہو۔ اچھی صحبت اختیار کی جائے اور بچوں کے تئیں پر امید رہتے ہوئے مایوسی اور ناامیدی سے بچا جائے۔ وقت کی پابندی کی جائے اور وعظ ونصیحت کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ موجودہ دور میں جہاں دنیا بڑی تیزی سے ترقی کے منازل طے کررہی ہے وہیں تعلیمی معیار میں گراوٹ بھی آرہی ہے اس کی بہت ساری وجوہات ہیں ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کسی پر بے جا غصہ نہیں ہوتے، کسی کو برا بھلا نہیں کہتے، کسی پر ہاتھ نہیں اٹھاتے، گستاخی کرنے والوں کے ساتھ بھی اعلیٰ اخلاق وکردار کا نمونہ پیش کرتے اور یہی قیمتی جوہر ہمارے اسلاف کرام کے اندر بھی تھا کہ وہ اپنے زمانہ کے ایک کامیاب مدرس اور معلم ومربی ثابت ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں "**ذللت طالبا فعززت مطلوبا**" کہ میں نے علم کے حصول کے لئے اپنے آپ کو بہت کمتر بنا کے پیش کیا تو آج یہ علم کا مصدر بن کر عزت کے مقام پر فائز ہوا اور ایک زمانہ تھا لوگ پوری دنیا سے علم کے حصول کے لئے ابن عباس کے پاس آتے تھے۔ اور حضرت عمر کہتے ہیں "**تفقهوا قبل ان تسودوا**" اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں "**لا يزال الرجل عالما ما تعلم**" کہ جب تک آدمی علم سیکھنے میں لگا رہتا ہے اس وقت تک عالم رہتا ہے۔ رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ **وصلى الله على نبينا محمد وسلم تسليما كثيرا**

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

ادار یہ

ابو مصلح الکریمی

مصیبت میں فتنوں سے بچاؤ کا راستہ

ہمارے نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن اعمال وافعال اوراقوال و اشیاء سے اپنے رب کریم وعزیز اور غالب کی پناہ ڈھونڈھتے تھےاوران سے محفوظ رہنےاور بچنے کی دعا فرماتے اور گڑ گڑاتے تھےان میں سے دنیا وآخرت کے فتنے اور مصیبتیں بھی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ ”اللھمانی اعوذبک من عذاب النار واعوذبک من عذاب القبر، واعوذبک من الفتن ماظھر منھا وما بطن واعوذبک من فتنة الدجال “(مسلم)۔ ”اے میرے اللہ ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں جہنم کے عذاب سے، قبر کے عذاب سے،ظاہری وباطنی فتنوں سےاوردجال کے فتنہ سے“۔

نمازوں کے بعد یہ بھی دعا کرتے:”اعوذبک من فتنة الدنیا وعذاب القبر “ (بخاری)۔”میں دنیا کے فتنوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتاہوں“۔جنازہ کی نماز میں آپ یہ دعا بھی فرماتے تھے۔”اللھم لا تحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہ “(ترمذی) کہ اے میرے اللہ ہمیں اس میت کے اجر سے محروم مت کرنااوراس کے جانے کے بعد ہمیں فتنے میں مت ڈالنا“۔

زندہ انسان کسی مرے ہوئے انسان کے لیے دعا کرتے ہوئے اپنے حق میں یہ مانگتا ہے کہ میرے پروردگار ہم کواس بھائی کے چلے جانے کے بعد جو تونے زندگی کی مہلت اور وقت عنایت فرمارکھا ہے اس میں ہم کو فتنہ میں واقع ہونے سے محفوظ و مامون فرمادینا۔یہ بہت بڑی بات ہے۔آپ ہی کو سکھایا گیا تھا کہ آدمی فتنوں سے بچنے کی کوشش بسیار کرنے کے ساتھ رب کریم سے بھی التجاء ودعا کرتا رہے کہ پروردگار ہمیں فتنوں سے بچادینا،خصوصا ظالم کے ظلم و زیادتی کے وقت دین وایمان اورجسم وجان کے لالے نہ پڑجائیں۔ ”رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ “(یونس:۸۵)”اے ہمارے پروردگار!ہم کوان ظالموں کا فتنہ نہ بنا“۔

اسی طرح موت و حیات کے فتنے سے بچنے کی خصوصی دعا ہوتی تھی ”اعوذبک من فتنة المحیا والمماة “۔(بخاری ومسلم)”زندگی اور موت کے فتنے سے تیری پناہ چاہتاہوں“۔

الغرض فتنوں سے بچنے کی جس قدر دعا سب کے قائد وقدوہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھےاسی قدر فتنوں سے دور رہنےاوراس سے بچنے کی کوشش اور جتن بھی کرتے تھے۔

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہر نقوی

نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی   مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی

مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
رسالت کا مزاج	۸
صبر: ایک مضبوط قلعہ	۱۳
خطا کاروں سے برتاؤ کا اسلامی طریقہ	۱۵
ذکر الہی کی اہمیت وافادیت	۱۷
وطن سے نکالنے کی دھمکی	۲۱
طب وصحت	۲۵
قاری عبدالمنان اثری شنکر نگری صوبہ جھارکھنڈ میں....	۲۶
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۰
جماعتی خبریں	۳۱
ایک اعلی سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ______ ۱۵۰/روپے

فی شمارہ ______ ۷/روپے

پاکستان ______ ۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶،اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org

ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com

جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

مال واولاد اور منصب وجاہ کا فتنہ بھی بڑے فتنوں میں سے ہے۔ان سے دور رہنے کی تاکید وتوثیق قرآن کریم نے بھی بڑے زور سے کر رکھی ہے۔ ''وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ''۔(الانفال:۲۸)''اورتم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے''۔

اورفرمایا:'' وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً، وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ'' (الانفال:۲۵)''اورتم ایسے وبال سے بچوکہ جوخاص انہی لوگوں پرواقع نہ ہوگا جوتم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔اور یہ جان رکھو کہ اللہ سخت سزا دینے والا ہے''۔

دراصل فتنہ ایک ایسی بلا اور مصیبت ناگہانی ہے کہ وہ صرف مرتکب فتنہ کو ہی نیست نابود، حیران وپریشان اور ہلاک وبرباد نہیں کرتی بلکہ اپنے پیچھے فتنوں کا پٹارا کھول دیتی ہے اوران چھوٹے چھوٹے فتنوں کے بطن سے بڑے بڑے فتنے جنم لینے لگتے ہیں جن سے نکلنا نہ صرف دن بدن مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جاتا ہے بلکہ ایسی دلدل ثابت ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہوتو اس سے نکلنے کی جس قدر اخلاص، محنت اور لگن سے کوشش کی جائے گی، اسی قدر اس میں پھنستے اور دھنستے چلے جائیں گے۔اس لیے ہرطرح کے فتنے سے دور رہنا اوردعا کرنا شیوۂ مومن ہے۔

ان فتنوں میں سب سے خطرناک اور منحوس فتنہ قتل وغارتگری اوراس کے ذریعہ لامتناہی فتنوں اورمسائل ومشکلات میں مبتلا ہوتے چلے جانے کا فتنہ ہے۔

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ زیاد کے دور امارت میں ایک روز میں بازار میں کھڑا تھا کہ اچانک میں نے حیرتناک طور پرا پنے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ پر ضرب لگادی۔ چنانچہ ایک انصاری شخص جس کے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، نے مجھ سے پوچھ لیا کہ ابو بردہ آپ کو کس بات پر اتنا تعجب ہو رہا ہے۔؟ میں نے جواب دیا کہ مجھے اس قوم پر بیحد تعجب ہے جن کا دین ایک ہے، نبی ایک ہے، دعوت ایک ہے، حج ایک ہے اور جن کا غزوہ ایک ہے، اس کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کے قتل کو حلال سمجھتے ہیں۔تو اس انصاری شخص نے کہا کہ اس میں تعجب کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیوں کہ میرے والد نے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ میری امت امت مرحومہ ہے۔آخرت میں نہ اس کا حساب ہوگا نہ اس کو عذاب ہوگا، ہاں اس کا عذاب تو فقط قتل وغارت گری اور زلزلوں اور فتنوں میں ہے۔(احمد)

ایک آدمی حیرت واستعجاب میں ڈوب کر یہ سوال کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کیسے قتل کردیتا ہے! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض احادیث میں اس سے بھی واضح طور پر فرمادیا ہے۔ حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتنے واقع ہوں گے، جن میں بڑے بڑے لوگوں کی عقلیں ماؤف ہوجائیں گی اور دل ودماغ ختم ہوجائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی عقلمند اور دانا انسان کو دیکھنے کے لیے آنکھیں ترس جائیں گی۔

صحابی جلیل ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت میں ہرج ہوگا۔صحابہ نے دریافت فرمایا کہ یہ الهرج کیا ہے۔؟ آپ نے بتایا کہ الهرج قتل کو کہتے ہیں۔دریافت کیا کہ آج جس قدر قتل کیے جارہے ہیں کیا اس سے بھی زیادہ قتل کیے جائیں گے۔تو آپ نے فرمایا مشرکین کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہوگا۔ بلکہ تم خود مسلمان آپس میں کٹ مروگے اور ایک دوسرے کو قتل کروگے۔بعض روایتوں میں یہاں تک ہے کہ آدمی اپنے پڑوسی کو قتل کردیگا۔اپنے چچازاد بھائی کو قتل کردیگا۔اور رشتہ داروں کو بھی نہیں بخشے گا۔صحابہ کرام نے دریافت کیا ان دنوں کیا ہماری عقلیں ہمارے ساتھ نہ ہوں گی۔؟ آپ نے فرمایا کہ اس دور میں لوگوں کی عقلیں ماردی جائے گی اور بالکل حواس باختہ (هباء) لوگ ہی عقل والوں کے جانشین ہوجائیں گے۔ (ابن ماجہ) یعنی عقل غبار کی شکل میں اڑ چکی ہوگی اور دماغ میں بھُس بھر چکا ہوگا۔ان میں اکثریت تو اسی خوش فہمی میں مبتلا ہوگی کہ ہم ہی کچھ کام کے ہیں۔حالانکہ وہ بالکل عقل وخرد سے پیدل ہوجائیں گے۔

دراصل فتنوں کے زمانہ میں عقلیں ماردی جاتی ہیں اورلوگ حیرت زدہ اور ہکابکا رہ جاتے ہیں۔اللہ جل جلالہ جن کو بچالے، ورنہ اکثریت یونہی بے سمجھے ہانک دی جائے گی اور ریوڑ کی مانند رواں دواں ہوگی۔اوراس وقت حالات کو سنبھالنے والے اور رہنمائی کرنے والے بھانت بھانت کے ہوں گے، دشمن گھات میں ہوگا، بے شعوری طرح طرح کی ہوگی، لوگ الجھ جائیں گے اور یہ آپسی الجھاؤ اور ذہنی تناؤ دوستی کو دشمنی میں تبدیل کردے گا اور آپسی خونریزی شروع ہوجائے گی۔اللہ تعالیٰ ایسے فتنوں سے ہم سب کو بچائے اور ایسے نازک وقت میں جہاں ظالموں کے ظلم سے محفوظ فرمادے وہیں آپسی رسہ کشی، دشمنی، نفاق وشقاق اور عدوات ونفرت کی کھیتی کرنے سے مامون ومصؤن کردے۔آمین

دنیا میں کئی طرح کے بکھیڑے کھڑے ہورہے ہیں۔مشکلات پیدا ہورہی ہیں۔ملک میں CAA, NRC وغیرہ کی وجہ سے پوری قوم مخمصے اور خرخشے میں مبتلا ہے۔جس سے ہمت وحکمت اور استقامت کے ساتھ دستور کی روشنی میں نپٹنا بھی ہے اور فتنوں سے بچنا بھی ہے۔اللہ نہ کرے اگر امت اور انسانیت فتنوں

میں مبتلا ہونے لگے تو ایسے وقت میں خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم، ہم ہوں یا آپ، سردار ہوں یا عوام، سرکار ہوں یا رعایا، ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ غرضیکہ تمام ان لوگوں کو جو اس طرح کے زمانے میں موجود ہوں اور کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں ہوں یا فیصلہ سننے کے اہل ہوں، انہیں مندرجہ ذیل باتوں کا خاص خیال رکھنا چاہئے:

اولاً: انسان اور خصوصا امت محمد یہ فتنہ سے اس وقت تک نجات نہیں پا سکتی جب تک وہ کامل طور پر اللہ جل شانہ کی طرف رجوع نہ کرے اور اس کی طرف حقیقت میں نہ پلٹ جائے۔ کیونکہ ممکن ہی نہیں ہے کہ امت کسی فتنہ سے بچ جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے دوری بنائے رکھے، اس کی شریعت واحکام سے دور رہے، اس کے طریقے اور منہج سے پھری رہے اور اس کی نظروں سے گری رہے۔ ہر فرد اور جماعت کو اللہ کی طرف لوٹ کر آنا پڑے گا۔ جو بھی جماعتیں اور جمعیتیں ہیں سب اپنا دستور، اصول اور منہج وطریقہ سب اللہ کی مرضی کے مطابق کرلیں اور صدق دل اور اخلاص سے رجوع الی اللہ کریں۔ بناوٹی اور ظاہری دینداری اور وقتی ایمانداری چنداں مفید نہیں۔ کیونکہ اگر دین کی طرف مکمل میلان اور رجحان نہ ہوگا تو فتنے جنم لیں گے، حالات اور بگڑیں گے، فتنے مزید بڑھیں گے اور کم نہ ہوں گے۔ طبرانی وغیرہ کی روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب فتنے برپا ہوجائیں گے۔ صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ اس وقت ہم کیا کریں؟ آپ نے بتایا کہ تم اپنے پہلے امر کی طرف لوٹ پڑو۔ دین اور کتاب وسنت اور سلف کے منہج وفراست اور ان کے عمل وکردار کو لازم پکڑو۔ ورنہ ہوی وہوس اور منمانی وہمہ دانی کا غرور تمہیں اور زیادہ فتنوں میں مبتلا کردیگا۔ تم ایسے دور میں اگر ان فتنوں سے نکلنا چاہو گے تو بھی تمہیں راستہ نہیں ملے گا۔ دلدل میں پھنستے اور اصل راستے سے ہٹتے چلے جاؤ گے۔ تمہیں چلنا ہے تو مسجدوں کی طرف چلو، مسجدوں میں پہنچ کر لوگوں کو تلاش کرو کہ کہاں بیٹھے رہ گئے۔ رزق حلال کے لیے نکل پڑو۔ حرام کو چھوڑ دو۔ دشمنوں کی دشمنی، حسد وعداوت، نفرت، قہر وظلم، بھید بھاؤ اور امتیاز وعدم مساوات سے بچنا چاہتے ہو تو نفرت سے بھاگو، محبت کو عام کرو، اور خود اپنے درمیان کی ساری منفیات وسلبیات سے دور رہو اور مثبت اور اچھی باتوں سے متصف ہوجاؤ۔ تمہاری بدنیتی اور حسد ودشمنی سے تمہارے اپنے کلمہ گو بھائی، سگے بھائی اور قریبی پڑوسی محفوظ نہیں اور تم دوسروں کے حسد وسازش سے بچنے کی امید رکھتے ہو۔ یہ ممکن نہیں۔ جب تم اپنوں کو نہیں بخشتے فقط تسکین نفس اور انا کی خاطر تو دوسرے تمہیں کیوں کر بخش دیں گے، جب کہ تم کئی طرح سے ان کے دشمن ٹھہرادئے گئے ہو۔!!

بتاؤ! ہم نماز نہیں پڑھتے۔ اس سے بھی کوئی بڑا فتنہ اور فتنے کا کوئی سبب ہے؟ کیا سود لینے دینے سے بڑا کوئی فتنہ ہے۔ بدکاری وزناکاری کیا کم بڑا فتنہ ہے؟ اور یہ فتنوں کی دعوت دینے کا کیا کم بڑا ذریعہ ہے۔؟ لہٰذا ہر طرح کے دینی ودنیاوی فتنوں میں غرق ہونے کے امراض کے عام ہوتے ہوئے بھلا بڑے اور عمومی فتنوں سے کیسے بچ سکوگے۔؟ اس لیے اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور اس کے دین وشریعت اور اوامر ونواہی کو اچھی طرح لازم پکڑلو۔

ثانیاً: اللہ تعالیٰ کو پکارنا شروع کردو۔ غیر اللہ سے امیدیں لگانا، منتیں مانگنا، گہار لگانا اور ان پر بھروسہ کرنا چھوڑ کر خالص اللہ تعالیٰ کے دربار میں دست بدعا ہوجاؤ۔ اس مرحلے میں اقوام متحدہ، انسانی حقوق کے علمبرداروں و ٹھیکیداروں اور دیگر تمام مراکز وٹھکانوں سے امیدیں وابستہ کرنے کے بجائے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی سے لو لگاؤ، سر جھکاؤ، اس کے دربار میں گڑگڑاؤ، وہ چاہے گا تو ان اداروں اور تنظیموں کے علاوہ ساری دنیا کو آپ کے لیے مسخر اور آپ کا ہمنوا بنادے گا۔ اب تک کی غلطیوں، کوتاہیوں اور بے راہ رویوں پر افسوس وندامت کے چار چار آنسو بہاتے ہوئے معافی کے طلبگار اسی ذات واحد ویکتا سے ہوجاؤ کیونکہ اس کے بغیر آپ کا کوئی کارساز ہے نہ غمگسار۔

در در سے ٹکرا کے سر، رکھا تیری درگاہ پر
تو بھی نہ کر در سے بدر، تجھ بن نہیں کوئی مرا

یہ وردزباں بھی ہو اور ''رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا، وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْن'' (الأعراف:۲۳) ''اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو واقعی ہم نقصان پانے والوں میں سے ہوجائیں گے'' کا وظیفہ وعمل قلب پر جاری وساری رہے اور ذہن ودماغ پر چھایا رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ''وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِکَ فَاَخَذْنٰھُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّھُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ. فَلَوْلَآ اِذْجَآءَ ھُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰکِنْ قَسَتْ قُلُوْبُھُمْ وَزَیَّنَ لَھُمُ الشَّیْطٰنُ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْن. فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰیٓ اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْآ اَخَذْنٰھُمْ بَغْتَةً فَاِذَاھُمْ مُّبْلِسُوْن. فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن ''۔(الانعام:۴۲-۴۵) ''اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے گزر چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے، سو ہم نے ان کو تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تاکہ وہ اظہار عجز کرسکیں۔ سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی تو انہوں نے عاجزی کیوں نہیں اختیار کی لیکن ان کے قلوب سخت ہوگئے اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کردیا۔ پھر جب وہ لوگ

ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھی، وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا، پھر تو وہ بالکل مایوس ہو گئے۔ پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے''۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتنوں سے نجات مشکل ہے اور اس سے بچ نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں، سوائے اس کے کہ جیسے ڈوبتا ہوا شخص پکارتا ہے تم بھی اسی طرح دعا کرو۔ نہ یہ کہ مسجع ومقفیٰ عبارتوں پر مبنی ٹیلی ویژن کے سامنے دعاؤں اور آنسوؤں کی جھڑی لگانے سے بیڑا پار لگے گا۔ بلکہ دل کی گہرائیوں اور صدق دل کے ساتھ عجز وانکساری، مضطر ومجبوری اور لاچار و بھکاری کی شکل میں اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پیش کرنے سے دعائیں سنی جائیں گی۔

مشہور تابعی، امام وقت اور اللہ کے ولی حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف کے زمانہ میں جب کہ ظلم انتہا کو پہنچا ہوا تھا، عوام کے لیے کوئی جائے پناہ نہ تھی، کسی بھی طرح کی سرگرمی وسرکردگی بلائے ناگہانی کو دعوت دینے کے مترادف تھی، کوئی دادفریاد کی گنجائش نہ تھی، وہ ظالم مکمل طور پر کچل دینے کا کام کرتا تھا۔ انہوں نے لوگوں کو متنبہ کیا کہ حجاج تمہارے لیے اللہ کا ایک عذاب بن کر مسلط ہے۔ تم ایسے عذاب الٰہی کو اپنے ہاتھوں سے مت دفع کرو، بلکہ مکمل آہ وزاری، انکساری وخاکساری اور ابتہال وتضرع کے ذریعہ ہی اسے ٹالو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی بتایا ہے۔''وَ لَقَدْ اَخَذْ نٰھُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَکَانُوْا لِرَبِّھِمْ وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ ''۔(المومنون:٧٦)''اور ہم نے انہیں عذاب میں بھی پکڑا تاہم یہ لوگ نہ تو اپنے پروردگار کے سامنے جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی''۔

اس اچھی تیاری اور انابت، تضرع، خشوع، مسکینیت، بیچارگی اور انکساری کے ساتھ دست دعا بدرگاہ قاضی الحاجات ہونے کے بجائے دھوم دھڑاکے، گاجے باجے اور ان تمام لہویات ولغویات کے ذریعہ فتنوں اور مصیبتوں سے نجات اور چھٹکارا چاہیں گے تو پھنستے ہی چلے جائیں گے اور نجات حاصل نہ ہو سکے گی۔

ترجو النجاة ولم تسلک مسالکها
ان السفينة لا تجری علی اليبس

بھنور سے نکلنا چاہتے ہو مگر اس کی صحیح ترکیب اور اچھی ترتیب نہیں کرتے، کیا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کشتی خشکی پر تیرتی ہو۔؟

ثالثاً: فتنہ اور مصیبت کی گھڑی آن کھڑی ہو جائے تو ایک اور اہم ترین نصیحت یہ ہے کہ ہر آدمی، ہم ہوں یا آپ، سراپا حرکت وعمل بن جائیں۔ صرف بحث وتکرار اور تجزیہ وتبصرہ کچھ نفع نہ دے گا، جس میں امت آج پڑ چکی ہے۔ ہماری مجلسیں، ہمارے آفس، ہمارے راستے اور سوشل میڈیا کا تو پوچھئے مت! یہ سب کے سب مکمل طور پر الجھ چکے ہیں اور جدل وبحث کے بازار گرم ہیں کہ اس کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں رہ گیا۔ جس کو دیکھو ہر وہ مسئلہ جو درپیش ہو جائے اس پر بولنا فرض اور اپنا حق سمجھتا ہے۔

تجزیہ وتحلیل کرنا ہمارا حق ہے۔ نقد وتبصرہ اور تصورات وخیالات کا اظہار آزادی فکر وخیال کے نام پر از حد ضروری ہے۔ ہم اپنا حق بھی سمجھتے ہیں اور نہ بولنا اپنی بے عزتی، کوتاہی اور کسر شان سمجھتے ہیں۔ اور اس میں اتنے الجھ اور پھنس جاتے ہیں کہ عمل جو اہم اور مفید تھا اسے فراموش کر دیا ہے۔ مصیبت یہیں پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اسی کو کارنامہ اور عمل نصح وخیر سمجھ رکھا ہے۔ لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کر رکھی تھی کہ بحث وتکرار کو چھوڑ دو! کیونکہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بھائیوں اور دوستوں میں دشمنی پیدا ہوتی اور بڑھتی ہے۔ امام ھمام اوزاعی رحمہ اللہ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی شخص یا جماعت وقوم کے ساتھ شر اور برائی چاہتے ہیں تو اسے جدل ومکابرہ میں الجھا دیتے ہیں اور عمل سے کورا اور ناکارہ بنا دیتے ہیں۔ آج ہم مسلمانوں کا حال خصوصاً فتنوں اور مصیبتوں کے اوقات میں یہی ہو چکا ہے۔ کوئی گھر، در، دکان ومکان ان لایعنی بحثوں سے خالی نہیں ہے الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کسی پر خصوصی رحم وکرم ہو۔

رابعاً: ایک اور بات جو ایسے مشکل حالات میں پیش آتی ہے اور جس سے بچنا از حد ضروری ہے وہ یہ ہے کہ پروپیگنڈوں، فیک خبروں اور افواہوں سے ہوشیار رہیں کیونکہ ان سب کے لیے سب سے زرخیز زمین فتنہ کی زمین ہی ہوتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآئَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ''(الحجرات:٦)''اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ''۔ اس لیے حتی الامکان کوشش کریں کہ ہر سنی سنائی بات پھیلانے کی کوشش نہ کریں حتی کہ اگر آپ کو خبر کے صحیح ہونے کا غالب گمان بھی ہو تب بھی پرہیز کریں۔ الا یہ کہ کوئی دینی ودنیوی مصلحت اور ضرورت درپیش ہو، ورنہ سکوت ہی بہتر ہے۔ آج کے حالات میں فتنوں کو ہوا دینے اور مشکلات ومسائل کھڑے کرنے میں اس طرح کی خبروں اور باتوں کا بڑا دخل ہے۔ بعض لوگ بڑی آسانی سے یہ کہہ کر جواز فراہم کر لیتے ہیں کہ ''دروغ برگردن راوی'' اور بعض حضرات تو

اس طرح کے کام کرتے ہوئے اپنا پلا جھاڑ ہی نہیں لیتے بلکہ بڑی سادگی سے ابتدا ہی میں لکھ مارتے ہیں کہ بھائی مجھے تو اسی طرح کی خبر پہنچی ہے، جسے میں من وعن نقل کر دینا مناسب، فرض بلکہ قرض سمجھتا ہوں، حقیقت اللہ جانے۔

یہ اور اس طرح کے دیگر اعذار واعتذار چنداں مفید نہیں ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ''كفى بالمرء كذبا ان يحدث بكل ما سمع '' (مسلم) کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے بس اتنا کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کرتا پھرے۔ اور اس کی تحقیق نہ کرے کہ قول صحیح ہے یا نہیں۔ کہاں سے کہہ رہا ہے۔ یہ بات کیوں کہی گئی اور کس ماحول وموقع کی مناسبت سے کہی گئی؟ بعضے کہتے ہیں کہ لوگوں میں بڑا چرچا ہے اور لوگوں نے ہنگامہ کر رکھا ہے، غالب گمان تو یہی ہے کہ صحیح ہے۔ یہ وہم وگمان اور زعم وخیال وہ ہے جسے اللہ کے نبی نے فرمایا ''بئس مطية الرجل زعموا '' (ابو داؤد) لوگوں کے بات بنانے کی جو سواری وسیلی ہے وہ بیحد بری ہے۔ وہ دھڑلے سے کہتے ہیں کہ لوگوں کا گمان غالب تو یہی ہے۔ اس طرح کی باتوں سے یہی نہیں کہ رائے عامہ خراب ہوتی ہے، عوام الناس بھٹکتے ہیں اور مسائل پیچیدہ اور پر پیچ ہو جاتے ہیں بلکہ خواص حتی کہ سیکورٹی سورسیز، انٹیلیجنس، تحقیقاتی ادارے، قیادتیں، تحریکیں، تنظیمیں، مشن اور میڈیا سخت خلجان اور شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور حکومتیں پس وپیش کا شکار ہو جاتی ہیں۔ یہ کم بڑا جرم اور گناہ نہیں ہے جسے تم نے مشغلہ بنا رکھا ہے؟

ایک اور بات جسے بھی ملحوظ خاطر رکھنے کی ضرورت ہے کہ امت، ملک وملت اور انسانیت پر اللہ نہ کرے کوئی مصیبت ٹوٹ پڑے تو اس وقت ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دینے، افواہ پھیلانے، الزام دھرنے، اتہام بازی کرنے، اٹکل ہانکنے اور پروپیگنڈہ کرنے سے بچنا بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ ایسے موقع پر اس طرح کے لوگوں کی بھرمار ہونے لگتی ہے اور ان کا کام ہی ہوتا ہے کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو ہوا دیں، تل کا تاڑ بنائیں اور امت کے اندر مایوسی، نفرت، باہمی تعاون کے رشتوں کو سبوتاژ کریں اور دانستہ ونادانستہ ایک مجلس میں دشمنوں کی قوت اور اپنی کمزوری کا ہوّا کھڑا کریں اور دوسری مجلس میں دشمنوں کی منصوبہ بندی کی تعریف کرتے ہوئے نہ تھکیں اور اپنے اختلاف وانتشار کو ہوا دیتے رہیں، اس طرح کہ امت میں مایوسی و بزدلی اور بے اعتمادی کا دور دورہ ہو جائے۔ یہ وطیرہ عام حالات میں بھی نقصاندہ ہے خصوصا نازک حالات میں خودکشی کے مترادف ہے۔ یہ فتنے خواہ نادان دوستوں اور ناعاقبت اندیش کم عقلوں اور نافہموں کی طرف سے ہوں یا دشمنوں اور اندر کے منافقین کی سازش اور ریشہ دوانی کی وجہ سے، بہر حال ان سے بچنا اور ملک وملت کو بچانا از حد ضروری ہے تاکہ ایسے عناصر سے معاشرہ محفوظ اور ثابت قدم رہے اور کسی طرح کا منفی عمل یا ردعمل ان سے سرزد نہ ہو سکے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا، وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل. فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰه، وَاللّٰهُ ذُوْفَضْلٍ عَظِيْم. اِنَّمَاذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَ هٗ، فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْن'' (آل عمران: ۱۷۳-۱۷۵) ''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیے ہیں تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کی نعمت وفضل کے ساتھ یہ لوٹے، انہیں کوئی برائی نہ پہنچی، انہوں نے اللہ کی رضا مندی کی پیروی کی، اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔ یہ خبر دینے والا صرف شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، تم ان کافروں سے نہ ڈرو اور میرا خوف رکھو، اگر تم مومن ہو''۔

مسلم شریف کی ایک روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی یہ کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو سمجھو کہ وہ سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ فتنہ کے زمانے میں ہر طرح کے خلفشار وانتشار، شور وشغب اور تشویش واندیشہ میں مبتلا کر دینے والی باتوں اور جلد بازی وعجلت پسندی سے بھرپور طور پر بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنقریب کچھ گنجلک، متشابہ اور پر پیچ مسائل درپیش ہوں گے۔ ایسے موقع سے تم بہت زیادہ وقار واطمینان اور میانہ روی اختیار کرو۔ کیونکہ خیر اور بھلائی کے کاموں میں اگر تم تابع بن کر رہو تو یہ اس بات سے بہتر ہے کہ بُرے کاموں میں تم پیش پیش رہو اور بدی اور شر وفتن کا تم پیش رو بن جاؤ۔ (مسلم)

میرے بھائیو! یہ فتنوں کا زمانہ ہے۔ اس میں بہتر ہے کہ گفتار کا غازی نہ بن کر کردار وعمل کا پیکر بنو اور اد ووظائف میں مشغول ہو جاؤ، تلاوت قرآن کریم میں اپنا دل اور دنیا بسا لو اور ان تبصروں وتجزیوں سے دور رہو کہ یہ مجرم تمہیں کہیں کا نہ چھوڑیں گے۔ اس پر مستزاد آج کے دور میں میڈیا اور خصوصا مواصلات اور سوشل میڈیا نے ایسا ظلم ڈھایا، مشکلات بڑھائیں، ماحول کو خراب کیا اور فتنے کی آبیاری کی ہے اور ترقی دی ہے کہ الامان الحفیظ! ☆☆

رسالت کا مزاج

اصغر علی امام مہدی سلفی

اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ وہ ہر قوم میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجتا رہا ہے تا کہ اپنی قوم کو اللہ کی آیتوں کی تلاوت سنائے، ان کا تزکیہ وتطہیر کرے، ان کو کتاب وسنت کی تعلیم دے۔ اور ان تمام گمراہیوں سے پاک وصاف کرے جن میں امتدادِ زمانہ کے باعث اس کی قوم ملوث ہوچکی تھی۔ نیز اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت سکھادے۔ اوران کے لئے صراط مستقیم کی نشاندہی کرے جس پر چل کر وہ دنیا اور آخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہوسکیں، سکون وراحت، امن واطمینان کی زندگی گذاریں۔ تا کہ اس سے ایک ایسا مثالی معاشرہ اورایسی پائیدار امت تیار ہو جو اللہ کے حکم سے اس کے قوانین کو نافذ کرے اور رب کریم کی مرضی کے مطابق معمورۂ ارضی پر اس کی خلافت کا فریضہ انجام دے۔ (جس کا رشتہ اللہ سے اس طرح استوار ہو کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور کی بندگی اور عبادت نہ کرے)۔

چونکہ رسول اور نبی اپنی قوم کا ہی ایک فرد ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ رسول انسان ہو اور قوم کا ایک فرد، چنانچہ اللہ نے جس قوم کی اصلاح کرنا چاہا انہیں میں سے ایک شخص کو نبی بنادیا تا کہ وہ اپنی قوم کو خود انھیں کی زبان میں مخاطب کرے اور روزمرہ کی زندگی ان کے ساتھ گھل مل کر گذارے اوراس طرح اس کے تمام معمولات اس کی امت اور قوم کے لئے اسوہ اور نمونہ بن جائیں۔ غیر انسان وغیر بشر کا نبی ورسول ہونا ناممکن ہے کیونکہ امت ورسول کی زبان اور ان کے معمولات ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے اوراس طرح رسول کا طرز زندگی اوراس کے معمولات امت کے لئے اسوہ اور نمونہ نہیں بن سکیں گے، مقصد رسالت ہی فوت ہوجائے گا۔ اگر رسول اور نبی فرشتوں میں سے ہوتو پھر بھی نبوت ورسالت کی حکمت پوری نہیں ہوگی۔ کیوں کہ بنی نوع انسان حجت قائم کرتے ہوئے کہیں گے کہ فرشتے جن اعمال کو بجالاتے ہیں ہم میں اتنی طاقت نہیں کہ ہم بھی ان اعمال کو بجالائیں۔ بھلا ہم دونوں کا کیا واسطہ! دونوں کے مزاج میں فرق، دونوں کے احساسات اور طبیعتیں جدا جدا، اور ہماری اور ان کی طاقت میں کوئی مطابقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلف نہیں کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ. (الانعام:۸-۹)

’’اور کہتے ہیں کہ اس پر فرشتہ کیوں نہیں اترتا (اور) اگر ہم نے فرشتہ اتارا ہوتا تو فیصلہ ہی ہوچکا ہوتا پھر ان کو ڈھیل نہ ملتی۔ اور اگر ہم رسول کا عہدہ فرشتہ کو دیتے تو اس کو بھی آدمی کی شکل میں بھیجتے پھر اس وقت بھی ان کو وہی شبہات ہوتے جواب ہورہے ہیں۔‘‘

دوسری جگہ یوں ارشاد ہے: قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰۗىِٕكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا. (اسراء:۹۵)

’’تو ان سے ہماری طرف سے کہہ دے کہ اگر زمین پر فرشتے آرام سے چلتے پھرتے تو ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے، (مگر چونکہ اس میں آدمی آباد ہیں اس لئے رسول آدمیوں میں سے بنا کر بھیجا)‘‘

ایک جگہ اور ارشاد ہے: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اَتَصْبِرُوْنَ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا. (الفرقان:۲۰)

’’ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب کھانا کھاتے تھے اور (حسب ضرورت) بازاروں میں چلتے پھرتے تھے ہاں (یہ بھی سچ ہے کہ) ہم نے (قدرتی طور پر) تم میں سے ایک دوسرے کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنایا کیا تم بھی صبر کروگے اور تمہارا پروردگار سب کچھ دیکھتا ہے۔‘‘

مزید فرمایا: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا. (الفرقان:۷)

اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں گھومتا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوا جو اس کے ساتھ لوگوں کو ڈراتا پھرتا۔

مواصلات اور رسل ورسائل کی کمی کی وجہ سے قدیم زمانے میں قومیں الگ الگ زندگی گذارتی تھیں اس وقت اجتماعی زندگی کا مزاج ہی کچھ اس طرح تھا کہ ہر قوم الگ الگ زندگی گذارے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے لئے ایک نبی بھیجا، اور ہر معاشرے کے لئے خاص طور پر انھیں کے لئے رسول ارسال فرمایا۔ جب رسل ورسائل اور آمدورفت کے ذرائع پائے جانے لگے اور قوموں کے درمیان ایک دوسرے سے قربت پیدا ہوگئی تو تمام بنی نوع انسان کے لئے ایک ہی دعوت اور ایک ہی کلمہ کے تحت جمع ہوجانے کی ضرورت ہوئی اور ایک ایسے رسول کی ضرورت ہوئی جو تمام دعوات انبیاء کا حامل ہو اور اسی پر نبوت ورسالت کا خاتمہ ہو۔ اور ہر قوم کے لئے الگ الگ قانون کا خاتمہ ہوجائے اور تمام انسانوں کے لئے یکساں قانون اور رشد وہدایت کا سامان ہو، اور یہی تمام انبیاء کرام کی دعوت کا مقصد اور اصل ہے۔ تمام انبیاء کرام کی دعوت کا لب لباب یہ تھا کہ عبادت اور بندگی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے

خاص ہے۔اور جتنی قوموں نے ان انبیاء کرام کی دعوت کی اتباع کی آدم سے لیکر ابن آدم تک وہ سب ایک مسلمان امت تھی۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سے رسولوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ (المومنون: ۵۱-۵۲)

اے رسولو! سنو! حلال طیب غذا کھاؤ اور نیک عمل کرو میں جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہوں اور اے نبیوں کی جماعت تمہارا دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں پس تم مجھ سے ڈرتے رہو۔

دنیا میں بہت سی قومیں آباد ہیں انہی قوموں میں سے کسی ایک قوم کا ایک خاتم الانبیاء ہوتا ہے اس لئے یہ بات عقل و منطق کے خلاف ہے کہ فلاں قبیلے یا فلاں قوم سے نبی کیوں نہیں بنایا؟ کیونکہ اگر اسی قوم سے نبی خاتم الانبیاء بنایا جاتا تو پھر دوسری قومیں یہی کہتیں کہ ان میں سے خاتم الانبیاء کیوں نہیں ہوا۔اس لئے یہ بات مناسب تھی کہ ان قوموں میں وسط قوم کا انتخاب ہو جس میں سے نبی بنایا جائے چنانچہ عربی قوم اس بات کے لئے موزوں تھی کہ اس کا ایک فرد اللہ کا آخری نبی ہو۔عالم عرب وسط عالم میں واقع ہے اس لئے چہار دانگ عالم میں دعوت و تبلیغ کے لئے یہ مکان زیادہ مناسب ہے،اللہ کا ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (البقرة:۱۴۳)

”ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہو جائیں جس قبلہ پر تم پہلے سے تھے اسے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کہ رسول کا سچا تابعدار کون ہے اور کون ہے جو اپنے ایڑیوں کے بل پلٹ جاتا ہے گو یہ کام مشکل ہے مگر جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے ان پر کوئی مشکل نہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع نہ کرے گا اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت اور مہربانی کرنے والا ہے۔“

اسی طرح اس آخری نبی کے سلسلے میں یہ بات مبنی بر حکمت تھی کہ وہ اس قوم سے ہو جس میں انبیاء کرام کی بعثت کم سے کم ہوئی ہو تاکہ اس نبی کی قدر و قیمت اور اہمیت لوگوں کے دل میں زیادہ جاگزیں ہو جائے، ورنہ جس قوم میں انبیاء کی کثرت رہی ہو وہ قوم اس آخری اور مہتم بالشان نبی کے بارے میں بھی یہی گمان کرے گی کہ یہ بھی دیگر انبیاء کی طرح ایک عام نبی ہیں۔نبی کا لفظ ان کے لئے ایک ایسا لفظ ہوگا جس کے لئے وہ پہلے سے عادی ہوں گے۔اس کی خاص تاثیر ان کے دلوں میں نہیں ہوگی۔یہ بات سرزمین عرب اور عربی قوم پر پورے طور پر منطبق ہوتی ہے۔چنانچہ ان میں چند گنے چنے انبیاء کی بعثت ہوئی۔حضرت اسماعیل، ہود اور صالح علیہم السلام کے علاوہ کوئی اور نبی عرب میں مبعوث نہیں ہوا نیز ان انبیاء کرام کی بعثت کا زمانہ بہت قدیم ہے۔ ایک زمانہ تک ان کی طرف کوئی نبی نہیں آیا، اس لمبے وقفہ کے بعد فطری طور پر لوگوں کو نبی کا انتظار ہوگا۔اور ان کی طبیعت اور ان کے نفوس اس کی دعوت کے قبول کرنے کے زیادہ متمنی ہوں گے۔اور اس راہ میں مشکلات کو برداشت کرنے کا جذبہ ہوگا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (المائدہ:۱۹)

”اے اہل کتاب بالیقین ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کے ایک وقفے کے بعد آ پہنچا ہے جو تمہارے لیے صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی برائی سنانے والا آیا ہی نہیں۔پس اب تو یقیناً خوش خبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا آ پہنچا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“

اہل کتاب خاتم الانبیاء کی بعثت کا علم رکھتے تھے کہ وہ نبی عنقریب آئے گا بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ نبی کہاں ظاہر ہوگا۔کیونکہ ان کی کتابوں میں اس طرف واضح اشارہ موجود تھا، علماء یہود و نصاریٰ کو اس بات کا علم تھا کہ آپ کے ظہور کا زمانہ قریب ہے چنانچہ مشرکین سے کہا کرتے تھے کہ عنقریب ایک نبی آئے گا جس کی وجہ سے ہم تمہارے اوپر فتحیاب اور غالب ہوں گے۔ہم اس کی تائید کریں گے اور اس کی مدد کریں گے۔ان پر ایمان لائیں گے اور ان کے ساتھ مل کر ہم تم سے جنگ کریں گے۔جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ان لوگوں نے آپ کو کما حقہ پہچان لیا۔البتہ بغض و حسد اور کینہ سے اندھے ہو چکے تھے اس لئے آپ پر ایمان نہیں لائے۔آپ کی دعوت قبول کرنے میں اپنی ذلت محسوس کی اور آپ کا انکار کر دیا۔آپ کے دشمن بن گئے اور اس دعوت حق کو ختم کرنے کے لئے اپنی تمام ممکن قوتوں کو صرف کر دیا۔

جیسا کہ ارشاد باری ہے:وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (البقرة:۸۹)

”اور ان کے پاس جب اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کی کتاب کو سچا کرنے والی آئی حالانکہ پہلے یہ خود اس کے ذریعہ کافروں پر فتح چاہتے تھے باوجود آ جانے اور باوجود پہچان لینے کے پھر کفر کرنے لگے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو کافروں پر۔“

نیز ارشاد ہے:وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔(الصّف:٦)”اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا اے میری قوم بنی اسرائیل! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں مجھ سے پہلے کی کتاب تورات کی میں تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد

آنے والے ایک رسول کی میں تمہیں خوشخبری سنانے والا ہوں جن کا نام احمد ہے پھر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے۔''

حضرت سلمان فارسیؓ کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت سے پیشتر نصرانیت اپنی صحیح شکل میں موجود نہیں رہ گئی تھی اس کی اصلی صورت مسخ ہو چکی تھی۔ تعلیمات محرف ومبدل ہو چکے تھے اور توحید کے مقابلے میں شرک سے زیادہ قریب ہوگئی تھی۔سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اے اللہ کے نیک بندو! میرا نام ''مابہ'' ہے، ملک ایران کے مشہور شہر اصفہان کے قریب ''جی'' نام کا ایک گاؤں ہے میں وہیں کا رہنے والا ہوں۔ میرے والد وہاں کے زمیندار تھے۔انھیں زراعت سے بھی دلچسپی تھی۔اس لئے خود بھی بڑے پیمانے پر کھیتی باڑی کا کام کرتے رہتے تھے۔مجھ سے اتنی محبت کرتے کہ لڑکیوں کی طرح مجھ کو سنوارتے اور گھر سے نہ نکلنے دیتے۔وہ مجوسی مذہب کے ماننے والے تھے۔آگ کی پوجا کرتے تھے۔مجھ کو بھی آگ کی پوجا سکھاتے اور مجوسیت کے اصول اور قاعدے سمجھاتے رہتے تھے۔میں بڑا فرماں بردار بیٹا تھا۔والد کی بات غور سے سنتا اور بڑے دھیان سے آگ کی پوجا کرتا تھا۔میں بچپن ہی میں ان مشہور پجاریوں میں گنا جانے لگا جو کسی وقت آگ کو بجھنے نہیں دیتے۔

ایک دن والد گھر کی مرمت میں لگے تھے، کھیتی تیار کھڑی تھی، اس کی دیکھ بھال کو نہ جا سکے۔میں کچھ بڑا ہو چکا تھا اور گھر سے باہر نکلنے لگا تھا۔کھیتوں کی دیکھ بھال کے لئے مجھے بھیج دیا۔میں چلا، راستے میں ایک گرجا ملا، اس وقت اس میں بہت سے عیسائی جمع تھے، عبادت کر رہے تھے۔میں کھڑا ہو کر دیکھنے لگا، عیسائیوں کا عبادت کرنا بڑا پسند آیا۔دل میں کہا: عیسائی مذہب ہمارے مجوسی مذہب سے بہتر ہے، پھر ان عیسائیوں سے پوچھا، تمہارے مذہب کا مرکز کہاں ہے، انہوں نے بتایا شام میں۔ان سے باتیں کرتے ہوئے شام ہوئی۔میں پتہ پوچھ کر گھر واپس آ گیا، والد نے پوچھا بڑی دیر کی اب تک کہاں رہے؟ جواب دیا کچھ لوگ گرجا میں عبادت کر رہے تھے۔مجھ کو ان کا طریقہ ایسا بھلا لگا کہ سورج ڈوبنے تک وہیں رہا، میرے والد نے مجھ سے کہا وہ مذہب تمہارے مذہب سے اچھا نہیں ہے، میں نے کہا خدا کی قسم وہ مذہب ہمارے مذہب سے کہیں بہتر ہے۔

میرے اس جواب سے والد کھٹکے کہ لڑکا کہیں مذہب نہ بدل دے اس لئے انہوں نے میرا گھر سے نکلنا بند کر دیا۔لیکن میں چھپ چھپ کر گرجا جایا کرتا۔والد کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت غصہ ہوئے اور مجھ کو قید کر دیا، قید ہو کر میرے دل کی تڑپ اور بڑھی۔میں نے عیسائیوں کے پاس کہلا بھیجا کہ جب شام کو جانے والا کوئی قافلہ آئے تو مجھے خبر کرنا۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کچھ ہی دنوں بعد کچھ تاجر آئے، وہ شام جا رہے تھے، مجھے خبر ہوئی، میں نے جیسے تیسے قید سے چھٹکارا حاصل کیا، تاجروں کے قافلے سے جاملا۔شام پہونچا، لوگوں سے پوچھا، یہاں سب سے بڑا مذہبی شخص کون ہے؟ انہوں نے بڑے پادری کا پتہ بتا دیا، میں ان سے جاملا اپنا حال کہا اور مذہب بدل دیا، عیسائی ہوگیا اور اس پادری کی خدمت میں رہنے لگا۔اس کے ساتھ رہنے سے پتہ چلا کہ یہ پادری تو بڑا خراب آدمی ہے، خود تو لوگوں سے اچھے کام کرنے کو کہتا ہے۔مگر خود نہیں کرتا ہے۔لوگوں سے فقیروں اور مسکینوں کے نام پر پیسہ لیتا ہے اور اپنے کام میں لاتا ہے، جو بچتا ہے اسے جمع رکھتا ہے۔اس طرح اس کے پاس سات مٹکے سونے چاندی سے بھر پور جمع ہوگئے۔اس کا یہ لالچ دیکھ کر مجھے بڑا برا لگتا۔کئی بار چاہا کہ لوگوں سے کہہ دوں، مگر پادری کا رعب اور اثر ایسا تھا کہ ہمت نہ پڑی۔جب وہ مرا تو میں نے اس کا کچا چٹھا کہہ دیا۔لوگوں نے تلاشی لی تو مٹکے برآمد ہوئے۔عیسائیوں نے اس کا بدلہ اس طرح لیا کہ اس کی لاش کو سولی دی اور پتھر مارے۔

اس کے بعد دوسرا پادری اس کی جگہ مقرر ہوا۔یہ سچ مچ بڑا نیک اور پرہیزگار آدمی تھا۔رات دن عبادت کرتا تھا۔مجھے اس سے بڑی محبت ہوگئی۔میں نے اس کو اپنا حال سنایا اور اس کی خدمت کرنے لگا۔وہ بھی مجھ سے بہت راضی ہوا۔وہ اپنے دل کی باتیں مجھ کو بتا دیتا۔جب وہ مرنے لگا تو میں نے اس سے کہا، میں آپ کے پاس عرصہ تک رہا۔آپ نے مجھ پر بڑی مہربانی فرمائی۔اب آپ کا آخری وقت ہے۔میرے لئے کیا حکم ہے، اب میں کس کے پاس جاؤں؟ اس نے کہا میرے علم میں کوئی ایسا عیسائی نہیں ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کی پوری پوری پیروی کرتا ہو، عیسائیوں نے حضرت عیسی کی تعلیمات کو بدل ڈالا، جن اصولوں میں زحمت دیکھی نکال دیا اور بہت کچھ اپنی طرف سے ملا دیا۔ہاں موصل میں ایک شخص ہے جس کے پاس دین کا ٹھیک ٹھیک علم ہے تم جا کر اس سے ملنا۔

اس میزبان پادری کی موت کے بعد میں موصل پہنچا۔تلاش کر کے وہاں کے اس پادری سے ملا۔اپنا سارا حال سنایا، اس نے مجھے ٹھہرا لیا۔یہ پادری بھی سچ مچ بڑا نیک تھا۔میں نے اس سے بھی بہت کچھ سیکھا لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کا بھی وقت آ گیا۔اس سے بھی میں نے پوچھا اب کہاں جاؤں؟ اس نے نصیبین کے ایک پادری کا پتہ بتا دیا، اب میں نصیبین کے پادری کے پاس پہنچا۔اس پادری کو سب سے بڑھ کر دیندار پایا لیکن موت نے اسے بھی مہلت نہ دی۔میں اس کے بعد اس کے مشورے سے عموریہ کے سب سے بڑے پادری کے پاس گیا اور جب وہ مرنے لگا تو میں نے اس سے کہا کہ میری رہنمائی کسی اور کی طرف کریں۔جس سے میں صحیح دین اور رہنمائی حاصل کروں۔

اس نے جواب دیا بیٹا اب میں کیا بتاؤں، اب دنیا میں کوئی دین حق کا ماننے والا نہیں، دین حق کا جاننے والا آئے کہاں سے؟ جب اس کے سرچشمے کا پانی گدلا کر دیا گیا۔البتہ اس نبی کے ظہور کا وقت قریب ہے جس کا حال تم نے کتاب مقدس میں پڑھا ہے۔وہ نبی عرب کے ریگستان میں ہوگا۔اور دین ابراہیم کو زندہ کرے گا، وہ کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرے گا، اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ تحفہ قبول کرے گا مگر صدقہ نہ کھائے گا۔اس کے دونوں شانوں کندھوں کے درمیان روپئے کے برابر ایک نشان ابھرا ہوگا۔میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس سے جا کر ملنا، تم کو پورا

پورا اطمینان ملے گا۔

اس سب سے بڑے پادری کے مرنے کے بعد میں وہیں رہا، جو قافلہ آتا اس سے پوچھتا۔کہاں جاؤ گے؟ میری خوش قسمتی سے عرب کے کچھ تاجر پہنچ گئے، میں ان کے ساتھ ہولیا،لیکن ان عربوں نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔اس یہودی نے اپنے چچازاد بھائی کے ہاتھ بیچ دیا اور وہ مجھے لیکر مدینہ آیا یہاں میں نے کھجوروں کے پیڑ دیکھے تو میری بے چینی اور بڑھی، لوگوں سے پوچھتا پھرتا مگر بتاتا کون؟ کسی کو خود بھی معلوم نہ تھا۔

ایک دن میں آقا کے باغ میں کام کررہا تھا، ایک کھجور پر چڑھ کر اسے ٹھیک کررہا تھا، نیچے آقا بیٹھا تھا، اتنے میں ایک شخص نے آکر ایک قبیلے کا نام لیا اور کہا، خدا اس قبیلے کے لوگوں کو غارت کرے، سب کے سب ایک شخص کے پاس جمع ہیں جو مکے سے آیا ہے، یہ لوگ اس کو نبی کہتے ہیں۔ یہ سننا تھا کہ میرے پاؤں کانپنے لگے، بدن میں سنسناہٹ پیدا ہوگئی۔اگر میں کھجور سے فوراً نہ اترتا تو گر پڑتا۔میں اس وقت ایسا بوکھلا سا گیا کہ بے سوچے سمجھے پوچھنے لگا تم کیا کہتے ہو؟ میرے آقا نے اس سوال پر مجھے ایک گھونسا مارا اور ڈانٹا۔تجھ کو اس سے کیا غرض؟ اپنا کام کر، میں خاموش ہوگیا۔

لیکن اب مجھے صبر نہیں تھا، کھانے کی کچھ چیزیں پاس تھیں،کل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا۔صدقہ کہہ کر پیش کیا۔آپ نے صدقہ دوسروں کو بانٹ دیا۔خود نہ کھایا،عموریہ کے سب سے بڑے پادری کی ایک پیشین گوئی صحیح نکلی۔ میں کل واپس آگیا۔مگر نیند مجھے نہیں آئی۔آج موقعہ پاتے ہی پھر آیا۔آج تحفہ کے طور پر پیش کیا تو آپ نے قبول فرمایا۔خود بھی کھایا اور دوسروں کو بھی دیا۔دوسری پیشین گوئی بھی صحیح نکلی۔اب مجھے شانوں کے درمیان نشان دیکھنے کی ضرورت تھی۔وہ بھی دیکھ لیا، مجھے یقین ہوگیا کہ آپ سچے نبی ہیں۔میں نے اپنی دلی مراد پالی، میں خدا کا بڑا شکر ادا کرتا ہوں۔وہ جس نے ڈھونڈھا اس نے پایا۔

اسی طرح خود جزیرہ عرب میں بسنے والے بعض لوگوں کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ ان کی قوم دین ابراہیم کی مدعی ہونے کے باوجود شرک میں مبتلا ہے اور انھیں معلوم تھا کہ قوم گرچہ دین ابراہیم پر ہونے کی مدعی ہے مگر وہ شرک کی مصیبت میں مبتلا ہوگئی ہے اور تعلیمات ابراہیم سے کوسوں دور ہوچکی ہے۔

مشہور سیرت نگار ابن اسحاق کہتے ہیں کہ قریش کے لوگ ایک تہوار کے موقع پر ایک بت کے گرد جمع ہوئے جس کی وہ بہت تعظیم کرتے، اس کے لئے بلیدان چڑھاتے، قربانی کرتے اور اس کے پاس اعتکاف کرتے، مجاوری کرتے اور اس کے ارد گرد طواف کرتے (چکر لگاتے) ان کا یہ سالانہ تہوار تھا۔ان میں سے چار آدمی لوگوں سے الگ تھلگ سرگوشی کرنے لگے، ایک نے ان میں سے کہا کہ تم سب آپس میں سچا وعدہ کرو کہ اس بات کو ہر آدمی راز رکھے گا۔سبھوں نے ایک زبان ہوکر کہا۔ ہاں ٹھیک ہے، یہ چار آدمی ورقہ بن نوفل، عبیداللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث اور زید بن عمرو بن نفیل تھے۔چنانچہ ایک نے دوسرے سے کہا کہ یقین رکھو! بخدا تمہاری قوم کسی دین پر نہیں ہے، انہوں نے دین ابراہیم کو گنوادیا ہے اور اس سلسلے میں سخت دھوکے میں مبتلا ہیں، یہ پتھر جس کی ہم طواف کرتے ہیں نہ یہ سنتے ہیں اور نہ ہی دیکھتے ہیں۔نفع ونقصان نہیں پہنچا سکتے۔اے میری قوم کے لوگو! اپنے لئے ایک دوسرا دین تلاش کرو۔بخدا تم کسی دین پر نہیں (یہ دین جسے تم نے ایجاد کر رکھا ہے وہ دین ابراہیمی سے کچھ بھی میل نہیں کھاتا)۔اس کے بعد یہ چاروں نے مختلف شہروں کا رخ کیا اور مختلف ملکوں میں پھیل گئے اور دین ابراہیم کی تلاش شروع کردی جو تمام معبودان باطل سے ہٹ کر ایک اللہ کی طرف مائل کرنے والا دین ہے۔زید بن عمر اپنی قوم سے الگ ہوگئے۔ بتوں کی عبادت ترک کردی۔مردار خون اور بتوں کے نام پر ذبیحہ ذبح کئے گئے جانور کو کھانا چھوڑ دیا۔اور بچیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع کیا اور کہا کہ میں رب ابراہیم کی عبادت کرتا ہوں۔اور قوم جس گمراہی اور آلائشوں میں مبتلا تھی اس سے اس کو آگاہ کیا اور خبردار کیا۔چنانچہ روایت میں ہے کہ وہ اپنی قوم سے یہ بھی کہتے کہ قریش کے لوگو! قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں زید بن عمر کی جان ہے۔میرے علاوہ تم میں سے کوئی بھی دین ابراہیم پر نہیں رہ گیا ہے۔اور فرماتے اے اللہ! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کونسا طریقہ عبادت تجھے محبوب ہے تو میں اسی طریقے سے تیری عبادت کرتا۔لیکن مجھے معلوم نہیں۔پھر اپنی ہتھیلی پر سجدہ ریز ہوجاتے۔

یہ تمام واقعات وحقائق اس بات پر دال ہیں کہ اس وقت ایک رسول کی سخت ضرورت تھی جو اس سخت ترین تاریکی میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو روشنی دکھاتا اور پریشان وسرگرداں انسان کو راحت وآرام اور اطمینان وسکون کا سامان فراہم کرتا ہے کیونکہ اس وقت کتنی ہی جانیں اس دعوت کے انتظار میں تڑپ رہی تھیں، قدیم آسمانی کتابوں نے اس کے وقت موعود کی خبر دیدی تھی۔علماء یہود ونصاری ان آسمانی کتابوں کی روشنی میں آپ کو پہچانتے تھے، آپ کے اوصاف وخصائل معلوم تھے اور یہ تمام آپ کی آمد آمد کا اشارہ دے رہے تھے۔

رسالت محمدی دوسرے انبیاء کرام کی رسالت سے ممتاز اس لئے بھی ہے کہ دوسرے انبیاء کرام کی رسالت ایک خاص قوم، ایک خاص جماعت اور ایک خاص علاقہ کے لئے ہوتی تھی، اس کے اندر عموم وشمول نہ تھا بلکہ بعض انبیاء کرام کو مستقل شریعت بھی نہ ملی تھی۔محمد رسول اللہ ﷺ جس رسالت کے لئے منتخب کئے گئے اس کے اندر جامعیت ہے، شریعت عیسوی میں جامعیت کون کہے سرے سے عمومیت ہے ہی نہیں۔عیسی علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی کوئی حکومت تھی ہی نہیں جس میں کسی مکمل شریعت کے نفاذ کا موقع ہاتھ آتا، نصرانی حکومت تو بہت بعد میں اس کی تعلیمات کے پھیلنے کے بعد قائم ہوئی کیونکہ عیسی علیہ السلام آسمان کی طرف جس وقت اٹھائے گئے ان کی عمر ۳۳ سال سے زیادہ نہ تھی جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ محمد ﷺ کی عمر جب چالیس سال کی ہوئی تب آپ کی بعثت ہوئی۔اسلام آپ کی حیات طیبہ ہی میں چہار دانگ عالم میں پھیل گیا۔آپ کی مضبوط حکومت مدینہ منورہ میں قائم ہوگئی اور اس حکومت کا دائرہ کار پورے جزیرہ عرب میں مکمل طور پر محیط ہوگیا۔اور یہ طبعی امر ہے

اسلامی حکومت قائم ہونے سے پہلے قرآن کریم کا وہ حصہ جو مکی زندگی میں اترا جیسا کہ ہم مکی سورتوں میں ملاحظہ کرتے ہیں وہ تشریعی امور پر مشتمل نہیں وہ تہدید ووعید اور مومنین کے لئے وعدہ وبشارت پر مشتمل ہیں۔

سیدنا لوط علیہ السلام کو فحش کاری وبدکاری کے انسداد کے لئے ارسال فرمایا جس میں ان کی قوم ملوث ہوگئی تھی۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے۔ وَلُوطًا اِذْقَالَ لِقَوْمِہٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (الاعراف: ۸۰۔۸۱) ”اور جب لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم بدکاری وفحش کاری کرنے لگ گئے ہو، دنیا جہان میں تم سے پہلے کوئی اس بدفعلی کا مرتکب نہ تھا۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوتیں پوری کرتے ہو تم ایک حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو۔“

اور حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف غش وخیانت اور ناپ تول میں کمی سے روکنے کے لئے اور پورا پورا ناپ وتول کا حکم دینے کے لئے ارسال فرمایا: چنانچہ ارشاد ہے:

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (الاعراف: ۸۵) ”اور ہم نے مدین والوں کی طرف انہی میں سے شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا، اے لوگو! اللہ تعالی کی ہی عبادت کرو اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ تمہارے رب کی جانب سے واضح دلیل (نشانی) آگئی ہے، تو تم پورا پورا ناپو اور تولو اور لوگوں کی چیزوں میں کمی نہ کرو اور زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔“

اور حضرت موسی علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تا کہ وہ ان کو فرعون اور اس کے سرداروں کے ظلم سے ان کو نجات دلائیں اور ان کو ان کی غلامی سے چھٹکارا دلائیں۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (سورہ طه ٤٧)

”تم دونوں (ہارون وموسی) اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم تیرے رب کے پیغامبر ہیں۔ تم ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دو اور انھیں عذاب نہ دو ہم تمہارے رب کی جانب سے نشانی لیکر آئے ہیں۔ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت پکڑے۔“

اور حضرت شعیب علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے گمراہ خرافیوں کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ الغرض ہر نبی کا کام اس کی قوم کے درمیان دعوت وتبلیغ کا ایک مہم سر کرنا تھا۔

بعض دوسرے انبیاء کرام کا مشن انذار وتہدید تھا جیسے حضرت نوح وموسی علیہما السلام کا، یہاں تک کہ قوم کو ڈراتے دھمکاتے ہوئے حضرت نوح علیہ السلام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا تو انہوں نے اپنی قوم میں سے ایمان نہ لانے والوں پر بددعا کردی۔ اور ان کی قوم کے بہت تھوڑے ہی لوگ ایمان سے مشرف ہوئے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (نوح: ٢٦۔٢٧) ”اے میرے پروردگار! روئے زمین پر کسی کافر کا گھر گھروندے کو باقی نہ چھوڑ، اگر یہ باقی رہے تو تیرے بندوں کو بھٹکا دیں گے۔ اور ان کی اولاد بھی فاجر وکافر ہوں گی۔“

بعض انبیاء کرام صفت بشارت اور عفو ودرگذر جیسے صفات سے متصف تھے۔ جیسے ابراہیم وعیسی علیہما السلام، کچھ شہادت حق سے متصف تھے۔ جیسے اسحاق ویعقوب علیہما السلام جبکہ دوسرے کچھ انبیاء کرام صفت صبر وثبات سے متصف تھے۔ اور اسی طرح ہر نبی کسی نہ کسی خوبی سے متصف تھا جو اس کی دعوت وتبلیغ اور مہم رسالت ونبوت کی علامت تھی۔ لیکن ہمارے آخری نبی محمد ﷺ ان تمام خوبیوں کے جامع کمالات تھے۔ آپ بشیر ونذیر داعی الی اللہ اور سراج منیر تھے۔ آپ ہی کے سلسلے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لہذا یہ کہنا صد فیصد صحیح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا اقتداء واتباع حقیقت میں تمام انبیاء کرام کی اقتداء واتباع ہے۔ اسی طرح وہ تمام خوبیاں وہ تمام میزات اور اہم خصوصیات جو تمام انبیاء کرام کی سیرتوں میں ملتی ہیں وہ سب تنہا آپ کی ذات مبارک میں مل جاتی ہیں۔

اسی طرح آپ کی دعوت ورسالت اور آپ کی شریعت بھی سابقہ تمام دعوتوں اور رسالات کا جامع ہے۔ لہذا تمام بنی نوع انسان کے لئے کافی وافی ہے جبکہ سابقہ انبیاء کرام کی دعوت خاص خاص قوموں کے لئے خاص تھیں تو آپ کی دعوت جس طرح تمام اقوام کے لئے کافی ہے اسی طرح تمام زمان ومکان کے لئے ہے یہاں تک اللہ تعالی زمین واہل زمین کا وارث ہو جائے۔ آپ کی دعوت خاتم الدعوات ہے اس کے بعد کوئی ایسی شریعت نازل نہیں ہوئی جو زمان ومکان کی قید سے آزاد اور ہر جگہ اور ہر وقت کے لئے ہو۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت تمام انبیاء کرام کی دعوتوں کا نمائندہ اور بیک وقت سب پر مشتمل ہے اگر اسے چھوڑ کر کسی اور نبی کی دعوت کو اپناتے ہیں تو گویا کہ ہم نے صرف دعوت کے ایک جانب کو اپنایا اور بقیہ تمام گوشوں کو نظر انداز کر کے مٹا دیا۔ اسی لئے آپ کی دعوت تمام ادیان کے لئے جہاں ناسخ ہے وہیں بیک وقت اس کا پورا کرنے والی بھی ہے۔ لہذا آپ کی دعوت کے بعد کسی اور دعوت کی کوئی قدر وقیمت نہیں رہ جاتی کیونکہ آپ کی آمد کے ساتھ ہی سب کا مشن پورا ہو گیا۔ (کتب سیرت خصوصا التاریخ الاسلامی للشیخ محمود شاکر سے ماخوذ)

☆☆☆

صبر: ایک مضبوط قلعہ

خورشید عالم مدنی، پھلواری شریف، پٹنہ

صبر کہتے ہیں شریعت پر ثابت قدم رہتے ہوئے مصائب کو برداشت کرنا، نہ جزع وفزع کرنا اور نہ ہی تقدیر کا شکوہ گلہ کرنا اور نہ دل کو چھوٹا کر کے، رحمت الٰہی سے ناامید ہوکر ایسے عمل کا ارتکاب کر لینا جس سے اللہ ناراض ہوجائے اور ہم اس کے نافرمان بن جائیں۔

انسانی زندگی میں خوشی ومسرت کے چمنستان بھی دکھائی دیتے ہیں تو کبھی رنج وغم اور الم کی خاردار جھاڑیوں کو بھی عبور کرنا پڑتا ہے۔ زمانہ بدلتا ہے۔ حالات یکساں نہیں رہتے، رات تاریک ہوتی ہے تو اس کے فورا بعد سپیدہ صبح نمودار ہوتی ہے، کبھی خوشی کبھی غم کا معاملہ ہوتا ہے، خوشی کی شہنائی بجتی ہے تو غم کے آنسو بھی چھلکتے ہیں۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی ہر خوشی وغم کے ایکشن یا ری ایکشن کو کتاب وسنت کے حدود اور دائرے میں رکھے، جب بھی مزاج کے خلاف کوئی واقعہ دیکھیں تو اس کی بھیانک تصویر قلب ووجدان پر اثر انداز نہ ہو، وہ اللہ سے بدگمان نہ ہو، اپنے نصیب پر آنسو نہ بہائے۔ میدان سے راہ فرار اختیار نہ کرے بلکہ ہر بار وہ ایک نئے عزم وہمت کے ساتھ اپنے مشن میں پوری جرأت واستقامت کے ساتھ مصروف عمل رہے اور اس پیدا شدہ واقعہ کے پیچھے فتح ونصرت کی سنہری کرنوں کو بھی نگاہ قلب سے دیکھنے کی کوشش کرے۔ اسی کا نام صبر ہے۔

صبر مجبوری کا نام نہیں ہے، صبر کے معنی بزدلی اور شکست اختیار کرنے کے نہیں ہیں بلکہ صبر سے مراد حسن تدبیر کرنے، جذبات پر عقل کو غالب رکھنے اور کسی اقدام کے لئے صحیح موقع ومحل کا انتخاب کرنے کے ہیں۔ صبر یہ ہے کہ آدمی اشتعال انگیزی کے مواقع پر بھی اپنے آپ کو مشتعل ہونے سے بچائے اس لئے کہ اشتعال اور غیظ وغضب کی حالت میں انسان کی قوت فیصلہ کم یا ختم ہوجاتی ہے، جواب دینے کے لئے مناسب موقع کا انتظار کرنا۔ اسے صبر کہتے ہیں۔

سیرت نبوی ﷺ سے ہمیں یہی سبق ملتا ہے، ہمارے نبی محترم نے جنگ کی حالت ہو یا صلح کی، حسن تدبیر کو وقتی جذبات پر غالب رکھا، صلح حدیبیہ ہی کو دیکھئے یہ صلح بظاہر مسلمانوں کے جذبات اور امنگوں کے خلاف ہو رہی تھی اکثر صحابہ کو یہ صلح ناگوار خاطر تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برداشت نہ ہوا اور انہوں نے فرط جذبات میں کچھ ایسے سوالات نبی ﷺ سے کردیئے جس پر وہ ہمیشہ افسوس کرتے رہے اس کے باوجود رسول گرامی ﷺ نے ان غیر منصفانہ شرطوں کو بھی منظور فرمایا جسے قرآن کریم نے ''فتح مبین'' قرار دیا۔ اس صلح کے دو سال بعد مکہ فتح ہوا اس وقت آپ کے ساتھ دس ہزار رفقاء مکہ میں داخل ہوئے اور فتح مکہ کے دو سال بعد جب آپ نے حج فرمایا تو اس وقت مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ یہ اسی صبر کا کرشمہ تھا۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب اہل مکہ نے پرامن ومعتدل ماحول میں اسلام اور مسلمانوں کو دیکھا تو ان کی غلط فہمیاں دور ہوئیں اور وہ اسلام کی طرف مائل ہوئے۔

لفظ صبر قرآن کریم میں ۹۰ مرتبہ آیا ہے، یہ تمام نیکیوں کی اصل وبنیاد ہے، انسان اگر صبر نہ کرے تو وہ کوئی عبادت نہیں کرسکتا وہ نماز نہیں پڑھ سکتا ہے وہ صدقہ وزکوۃ نہیں ادا کرسکتا وہ پاکیزہ اخلاق کا مظاہرہ نہیں کرسکتا وہ مال حرام سے نہیں بچ سکتا ہے۔

یہ صبر کامیابی کی شاہ کلید ہے، یہ اللہ کا خاص عطیہ اور توفیق ہے، رسول گرامی اور صحابہ کرام کی حیرت انگیز ترقی کا راز صبر ہے، تیرہ سالہ مکی زندگی میں ظلم کا وہ کون سا پہاڑ ہے جو ان پر نہیں توڑے گئے، ان کے مظالم کی داستان سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ لیکن جب صبر کے کندن میں تپ کر نکھر گئے تو دنیا کی طاقت سے ٹکرا گئے، دریا، پہاڑ، سمندر، دشمنوں کی کثرت تعداد ان کے راستے میں حائل نہیں ہوئے، انہوں نے دنیا کے بادشاہوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر للکارا اور دنیا کے کسی مقام پر ان کے پاؤں متزلزل نہیں ہوئے صبر کی ایمان میں وہی حیثیت ہے جو انسانی بدن میں سر کی ہے۔ یہ راس الایمان ہے، یہ تمام اخلاق حسنہ، اخلاقی اقدار اور اچھے صفات کی بنیاد ہے، یہ انسان کو بڑا بناتا ہے اور اسے ثریا کی بلندی پر پہنچاتا ہے۔ یہ امت کی قیادت کی اولین شرط ہے۔ یہ دنیوی کامیابی، عظمت وکمال کی اساس ہے۔ طالب علم اگر صبر نہ کرے تو وہ باکمال نہیں بن سکتا، کوئی فوج اور اس کا کمانڈر صبر نہ کرے تو وہ فاتح وکامران نہیں ہوسکتا، اس دنیا میں کامیابی کے لئے صبر کا جام تلخ حلق سے اتارنا ہوگا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ دخول جنت اور جنت کے بالاخانے میں آداب وتسلیمات کا ذریعہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''وَجَزٰهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا'' اور انھیں ان کے صبر کے بدلے جنت وریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ (دھر۔۱۲) اُولٰٓـئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا یہی وہ لوگ ہیں

،جنہیں ان کے صبر کے بدلے جنت کے بلند وبالا خانے دیئے جائیں گے جہاں انہیں دعاوسلام پہنچایا جائے گا۔(فرقان۔٧٦)

صبر کے تین درجات ومراتب ہیں اللہ کی اطاعت وبندگی پرصبر کرنا، اللہ کی معصیت ومخالفت اور نافرمانی سے صبر کرنا اور قضاء وقدر کے فیصلے، دنیا کے آلام ومصائب پر صبر اختیار کرنا۔ واضح رہے کہ یہ دنیا ابتلاء ومحن کی جگہ ہے یہاں ہر شخص کا اس کے ایمان کے اعتبار سے امتحان لیا جاتا ہے، اوراسے آزمایا جاتا ہے، اگر بندہ کا ایمان مضبوط ہے تو اس کا امتحان بھی سخت اور اگر ایمان کمزور ہے تو اس کا امتحان بھی کمزور اور آسان ہوتا ہے، یادرہے کہ آزمائش جتنی سخت ہوگی بدلہ بھی اتنا ہی عظیم ملے گا فرمان نبوی ہے۔ان عظم الجزاء مع عظم البلاء (مسند احمد)

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز سے آزمایا، انہیں بڑے سخت مراحل سے گذرنا پڑا، آدم علیہ السلام جن کو جنت میں فرشتوں نے سجدہ کیا وہ اس جنت سے دنیا میں بھیجے گئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے، اسماعیل علیہ السلام ذبح کرنے کے لئے پچھاڑ دیئے گئے، حضرت یعقوب علیہ السلام نور نظر یوسف کی جدائی اور فراق کے غم میں مبتلا رہے، ایوب علیہ السلام کو بیماریوں نے گھیرلیا اوراس سخت آزمائش میں اٹھارہ سال تک مبتلا رہے اور ہمارے نبی ﷺ کی زندگی میں کتنے سخت مراحل آئے، مکہ، طائف، احد، احزاب اور بئر معونہ کے صبر آزما واقعات پیش آئے، آپ کی پوری زندگی صبر سے عبارت تھی، حضرت انبیاء کرام ان تمام آزمائشوں میں کھرا ثابت ہوئے اوراپنی کتاب زندگی کے ہر ورق کو صبر وثبات سے مزین کردیا۔انہوں نے اپنے عمل سے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ مصیبت کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو مگر انسان کو اللہ سے بدظن نہیں ہونا چاہیے، وہ ہمت نہ ہارے اس کا پیمانۂ صبر لبریز نہ ہو وہ رحمت الٰہی کو آواز دے اور وہ یہ سمجھے کہ ان مصیبتوں کے ذریعے اللہ اس کے درجات کو بلند کرنا چاہتا ہے اوراپنے نیک بندوں میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

اس طرح دین اسلام پراستقامت سے متعلق صحابہ کرام کے ایسے واقعات ہیں جن کوسن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں ان کے جسم کے ٹکڑے کرکے ہواؤں میں بکھیر دیئے گئے لیکن انہوں نے صبر کیا۔شاہراہ توحید سے برگشتہ نہیں ہوئے اوراپنی عزیمت واستقامت کی روشن تاریخ چھوڑ گئے۔

یہ آپ کی پھوپھی صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں اپنے بھائی حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت اوران کے جسم کے ٹکڑے اور بگڑی ہوئی شکل وصورت دیکھنے کے بعد کہتی ہیں میں جانتی ہوں یہ جو کچھ ہوا دین کے راستے میں ہوا ہے، جب تک یہ زندگی موت سے ہم آغوش نہیں ہوگی اشاعت اسلام کی طویل و پرخطر وادیوں کو طے نہیں کیا جاسکتا، یہ خوشی کی بات ہے کہ اللہ نے میرے بھائی کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے اوردعا پڑھ کر واپس ہوگئیں۔

آج ہمارے سامنے بہت سارے مسائل ہیں، اگر ہم اشتعال انگیزی اورجذباتیت سے کام لینے کے بجائے صبر کا دامن تھام لیں تو حالات بدل سکتے ہیں، سمندر کا جوار بھاٹا ٹھنڈا ہوسکتا ہے، حالات یکساں نہیں رہتے، سردی، گرمی سے پالا پڑتا ہے یہ قانون قدرت اوراصول فطرت ہے، ساتھ ہی ہمارے تعلقات اللہ کے ساتھ مضبوط ہوں اور ہم آپس میں بھی جڑے رہیں ایک خوشگوار زندگی کی یہ بنیادی شرطیں ہیں:

رکھے گا زخموں پہ کون مرہم
خدا سے رشتہ اگر نہیں ہے
(اسلم کان پوری)

دنیاوالوں سے اپنی امیدیں نہ لگائیں، رحمان ورحیم کے حضور اپنے معاملات سپرد کردیں اوراسی سے راحت ورحمت اورسکون وقرار کی دعائیں مانگیں۔وہ ذات تو ''فعال لما یرید '' ہے ''وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلاَ کَاشِفَ لَہٗٓ اِلَّا ھُوَ '' اوراگر تجھے اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا دور کرنے والا اس کے علاوہ کوئی اورنہیں ہے۔(انعام:١٧)

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیارشدہ

☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔

☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ

☆ نہایت دیدہ زیب اورآرٹ پیپر پرطباعت

☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

خطا کاروں سے برتاؤ کا اسلامی طریقہ

عبدالمنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

شرعاً وعقلاً یہ بات ثابت ومسلّم ہے کہ غلطی ہر انسان سے ہوتی ہے چاہے وہ علم ومعرفت کے کتنے ہی بڑے مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کے لئے زنا میں سے اس کا حصہ لکھ دیا ہے جو ضرور ہونے والا ہے۔ (مسلم) لیکن تقویٰ اور اللہ کا خوف رکھنے والوں اور دوسروں میں یہ فرق ہے کہ جب بھی راہ راست سے ان کے قدم پھسل جاتے ہیں یا اعمال میں کجروی ہوجاتی ہے تو وہ اپنی غلطی سے باز آجاتے ہیں اور اللہ کے حضور توبہ واستغفار کرلیتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان صادق آتا ہے: إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ (الاعراف:۲۰۱) ترجمہ: یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے لاحق ہوتا ہے تو وہ یاد الٰہی میں لگ جاتے ہیں اور یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔'' ان کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ غلطیوں پر اصرار نہیں کرتے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَن يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ (آل عمران:۱۳۵) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے جب ان سے ناشائستہ کام ہوجائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔'' ان اوصاف کے حاملین کے علاوہ جو دوسرے لوگ ہیں تو وہ گمراہی سے قریب تر ہیں کیونکہ شیطان ان کے لئے گھات لگائے بیٹھا رہتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ (الأعراف:۲۰۲) ترجمہ:''اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچے لے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے۔''

نافرمان اور گنہگار لوگ ہر جگہ اور ہر زمانے میں پائے جاتے رہے ہیں۔ انہیں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی ان کے ساتھ مہربانی وہمدردی کا معاملہ کرے، ان کی بیماری کا علاج کرے، ان کی اصلاح کرے، جس دلدل میں وہ پھنسے ہوئے ہیں کوئی انہیں اس سے باہر نکالے اور دیکھ بھال کرنے والے ہاتھوں، مہربان دل اور ایسی نرم بات کے ذریعہ ان کی رہنمائی کرے جس سے بناؤ ہو بگاڑ نہیں، قربت ہو دوری نہیں، آسانی ہو مشکل نہیں، اصلاح ہو فساد نہیں ساتھ ہی ملحوظ رہے کہ یہ سارا کام حکمت ودانائی، خوش اسلوبی اور اچھی نصیحت کے ذریعے ہو۔

اکثر گنہگاروں اور نافرمانوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ انہیں ان کا ضمیر ڈانٹتا پھٹکارتا اور لعنت وملامت کرتا رہتا ہے۔ ان کی یہ تمنا ہوتی ہے کہ جن معصیتوں اور نافرمانیوں میں وہ پڑے ہوئے ہیں انہیں چھوڑ دیں اور نیک کام کریں۔ وہ خود چاہتے ہیں کہ شیطان اور نفس امارہ کے بہکاوے میں آنے سے پہلے جن حالات میں وہ زندگی گذار رہے تھے لوٹ کر پھر وہیں آجائیں لیکن برے دوست واحباب، خراب معاشرہ وسماج اور نفسانی خواہشات کے سامنے وہ کمزور پڑجاتے ہیں ہاں اس مرحلے میں انہیں اگر کچھ لوگ ایسے مل جائیں جو ان کی حالت زار پر رحم کریں، ان کی جانب مدد کا ہاتھ بڑھائیں تو وہ بڑی آسانی سے ان کی بات قبول کرلیں گے اور اس بری حالت سے اپنے آپ کو نجات دلاسکیں گے۔

آزمائش میں مبتلا گروہ: بڑی عجیب بات ہے کہ بعض دعاۃ ومبلغین یا متلاشیان علم اس ابتلاء وآزمائش میں مبتلا لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتے بلکہ انہیں شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور حقیر سمجھتے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ ان کی دعوتی ذمہ داری صرف انہیں لوگوں تک محدود ہے جو مساجد سے جڑے ہوئے ہیں اور دینی مجلسوں ومحفلوں نیز اجتماعات میں حاضری کا اہتمام کرتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام وصلحاء حضرات کی تگ وتاز عام لوگوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ وہ قوم کے اعلیٰ ذمہ داروں جن کے ہاتھوں میں اقتدار ہوتا تھا نیز سرمایہ کاروں کا بھی رخ کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام اور فرعون کے درمیان جو مکالمہ وگفتگو ہوئی اس کا باقاعدہ قرآن کریم میں ریکارڈ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو نرمی ومہربانی کا حکم دیا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اذْهَبَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ (طٰہٰ:۴۳،۴۴) ترجمہ:''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی سرکشی کی ہے۔ اسے نرمی سے سمجھاؤ کہ شاید وہ سمجھ لے یا ڈر جائے۔''

نبوی طریقہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ اور آپ کی سیرت طیبہ روشن وتابناک نمونوں سے بھری پڑی ہے جن میں نافرمانوں اور گنہگاروں کے ساتھ بہتر برتاؤ کے طور وطریقوں کی رہنمائی موجود ہے۔ ان کی عزت نفس کو ٹھیس

پہنچائے بنااورلوگوں کے سامنے ذلیل ورسوا کئے بغیرانہیں بتایا جائے کہ گناہ کے کام اورنافرمانیاں کسی خاص گروہ یا جماعت کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ سوسائٹی کے سبھی طبقے اس میں مشترک ہیں ۔حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نوجوان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے زنا کی اجازت دیدیجئے۔لوگ اسے ڈانٹنے پھٹکارنے لگے اور کہنے لگے کہ ٹھہرجاؤ،ٹھہرجاؤ۔ پھرآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب آؤ تو وہ آپ کے قریب آگیا۔راوی کا بیان ہے کہ پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا: کیاتم زنا کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم بالکل نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔کوئی بھی اسے اپنی ماں کے لئے پسند نہیں کرتا۔آپ نے پھر فرمایا: کیاتم اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتے ہو؟اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم بالکل نہیں، اللہ مجھے آپ پرقربان کرے۔کوئی بھی اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند نہیں کرتا۔پھر آپ نے فرمایا: کیاتم اسے اپنی بہن کے لئے پسند کرتے ہو؟اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم بالکل نہیں، اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔کوئی بھی اسے اپنی بہن کے لئے پسندنہیں کرتا۔آپ نے پھرفرمایا: کیاتم اسے اپنی پھوپی کے لئے پسند کرتے ہو؟اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم بالکل نہیں، اللہ مجھے آپ پرقربان کرے۔کوئی بھی اسے اپنی پھوپھی کے لئے پسند نہیں کرتا۔آپ نے پھرفرمایا: کیاتم اسے اپنی خالہ کے لئے پسند کرتے ہو؟اس نے جواب دیا: اللہ کی قسم بالکل نہیں، اللہ مجھے آپ پرقربان کرے۔کوئی بھی اسے اپنی خالہ کے لئے پسندنہیں کرتا۔اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ اس کے اوپر رکھا اور کہا: اے اللہ! اس کا گناہ معاف فرما،اس کا دل پاک وصاف کردے اوراس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔(راوی کا بیان ہے کہ)اس کے بعد یہ نوجوان کسی (بھی غلط)چیز کی جانب متوجہ نہیں ہوتا تھا۔(احمد)اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بات چیت،تشفی بخش انداز اورایسی مؤثر مثالیں دیکراس نوجوان کے دل میں لگی ہوئی گرہ کھول دی کہ برے سے برا انسان بھی اس کے بعد اس گناہ کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔

محمدی تربیت:صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین گنہگاروں اورنافرمانوں کے معاملے میں اسی نبوی تربیت اور بہترین نرمی ومہربانی کے انداز پر گامزن رہے۔جیسا کہ حضرت یزید بن اصم بیان کرتے ہیں شام کا رہنے والا ایک ٹھیک ٹھاک شخص تھا جوحضرت عمر بن الخطاب کے پاس آیا کرتا تھا۔پھر وہ غائب ہوگیا توحضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس شخص کو کیا ہوگیا ہے؟لوگوں نے بتایا کہ اے امیرالمؤمنین!وہ بہت پینے لگا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے منشی کو بلایا اورلکھوایا: عمر بن الخطاب کی جانب سے فلاں بن فلاں کی طرف،تم پرسلامتی ہو۔میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔(پھر یہ آیت کریمہ لکھی)غَافِرِ الذَّنبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ (غافر:۳) ترجمہ:’’جوگناہوں کا بخشنے والا،توبہ قبول کرنے والا،سخت عذاب دینے والا اورانعام وقدرت والا ہے جس کے سوا کوئی معبودنہیں،اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔‘‘اس کے بعدحضرت عمررضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:’’اپنے بھائی کے لئے اللہ سے دعا کروکہ وہ اللہ کی جانب متوجہ ہواوراللہ اس کی توبہ قبول فرمالے۔‘‘جب حضرت عمر کا خط اس شخص کے پاس پہنچا تو وہ اسے بار بار پڑھنے لگا اور کہنے لگا: غَافِرِ الذَّنبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ(گناہوں کا بخشنے والا،توبہ قبول کرنے والا،سخت عذاب دینے والا)اس میں تو اللہ نے اپنی سزا سے ڈرایا ہے ساتھ ہی مغفرت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔وہ ان کلمات کو بار بار دہراتا رہا اور پھر رونے لگا۔اس کے بعد اپنے گناہ سے پوری طرح تائب ہوگیا۔حضرت عمررضی اللہ عنہ کو جب اس کی خبرملی تو فرمایا:’’جب تم اپنے بھائی کو دیکھو کہ (راہ راست سے) بھٹک گیا ہے،ایسا ہی کیا کرو۔اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کرواوراس کے لئے توفیق الٰہی کے طلبگار رہو۔اللہ سے دعا بھی کروکہ وہ اس کی توبہ قبول کرلے۔اور(طعن تشنیع کرکے)اس کے خلاف تم شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ۔(حلیۃ الاولیاء،تفسیر قرطبی،درمنثور)

ماخوذ اسباق:اس سلسلے میں بہت سے دلائل ہیں،سب کو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں لیکن درج ذیل نتائج اس سے اخذ کرسکتے ہیں تاکہ گنہگاروں اورنافرمانوں کی غلطیاں اورزیادتیاں جتنی بھی بڑی ہوں،ان کے ساتھ بات چیت اورانداز گفتگو کو بہتر بنایا جاسکے:

☆ان کا خیرمقدم کیا جائے،ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جائے اوران کے سامنے ناک بھوں نہ چڑھائی جائے۔

☆ان کے ساتھ بات چیت کی جائے اورانہیں اپنی بات کہنے کا موقعہ دیا جائے۔

☆وہ غلط راستے پرکیوں لگے ہوئے ہیں اس کی وجوہات جاننے کی کوشش کی جائے۔

☆ان کے دوست واحباب سے حقیقت حال کی واقفیت حاصل کی جائے۔

☆ان کے اور ان کے خاندان کے معاشی حالات کا پتہ لگایا جائے۔ان کے پاس کوئی نوکری یا روزگار ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس طرح کا ہمدردانہ رویہ رکھا جائے گا تو وہ آپ سے اورزیادہ قریب ہوں گے اور جواس انداز سے ان سے گفتگو کرے گا،وہ اس کی بات سے مطمئن ہوں گے۔

☆باربار غلطی کرنے کے باوجودانہیں ڈانٹا پھٹکارا نہ جائے کیونکہ ایسا کیا جائے گا تو وہ نصیحت سننے سے بھی بھاگیں گے اورآپ کا یہ رویہ ان کے خلاف شیطان کی مدد کرنے جیسا ہوگا۔

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر)

ذکر الٰہی کی اہمیت وافادیت

جمیل احمد ضمیر اللہ سنابلی

ذکر الٰہی مغفرت اور اجر عظیم کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے، وہ فلاح وکامرانی، ذہنی سکون اور قلبی اطمینان جیسی بیش بہا نعمتوں کا بھی ضامن ہے جنہیں مال وزر کے عوض کبھی خریدا نہیں جا سکتا، یہی وجہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنی مقدس کتاب قرآن مجید کے اندر جا بجا مومنوں کو اس بابرکت عمل کو انجام دینے کی تلقین کی ہے، اور مختلف اسلوب اور پیرائے میں انہیں اس کی اہمیت اور فضیلت سے روشناس کرایا ہے۔

ارشاد ربانی ہے ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ (احزاب:۴۱-۴۲) اے ایمان والو! اللہ کو خوب یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔

ایک اور مقام پر حق تعالی ذکر الٰہی کا حکم دیتے ہوئے فرما رہا ہے ﴿فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ﴾ (البقرۃ:۱۹۸)

جب عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس اللہ کو یاد کرو، اور اسے یاد کرو اس طرح کہ اس نے تمہیں ہدایت دی ہے، اگر چہ تم اس سے پہلے راہ بھٹکے ہوئے تھے۔

مزید ارشاد فرمایا ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا﴾ (البقرہ:۲۰۰)

جب اعمال حج پورے کر لو تو اللہ کو اس طرح جس طرح اپنے باپ دادوں کو یاد کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ یاد کرو۔

ان تمام آیات سے ذکر الٰہی کی اہمیت کا بخوبی پتہ چلتا ہے، نیز ذکر الٰہی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالی بندہ کو یاد کرتا ہے، اور ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والوں کا تذکرہ اپنے پاس موجود فرشتوں کے درمیان کرتا ہے، ارشاد ربانی ہے ﴿فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ﴾ (البقرۃ:۱۵۲)

تم لوگ مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو اور ناشکری نہ کرو۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لايقعد قوم يذكرون الله عزوجل إلاحفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة، ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده.“ (مسلم)

جو لوگ اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھتے ہیں انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت الٰہی انہیں ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ عزوجل ان کا تذکرہ ان لوگوں میں کرتا ہے جو اس کے پاس ہیں۔ (یعنی فرشتے)

معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والے فرشتوں کی حفاظت میں رہتے ہیں، رحمت الٰہی ان پر سایہ فگن رہتی ہے اور فرشتوں کے درمیان خالق کائنات ان کا ذکر خیر کرتا ہے، اللہ تعالی نے اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حالت میں ذکر الٰہی کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے: ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ﴾ (النساء:۱۰۳) جب تم صلوٰۃ سے فارغ ہو جاؤ تو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حالت میں اللہ کو یاد کرو۔

ذکر الٰہی کے فوائد وبرکات

ذکر الٰہی اپنی جلو میں بے شمار فوائد اور ان گنت برکات وثمرات لیے ہوئے ہے اختصار کے ساتھ چند اہم فوائد وبرکات لائق ذکر ہیں۔

مغفرت الٰہی اور اجر عظیم سے سرفرازی: ذکر الٰہی کے نتیجے میں اللہ تعالی اپنے فضل ورحمت سے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور اجر عظیم سے نوازتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے ﴿وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (احزاب:۳۵) اور اللہ کو خوب یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو خوب یاد کرنے والی عورتوں کے لیے اللہ تعالی نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

کامیابی وکامرانی کا حصول: ذکر الٰہی کامیابی کا ضامن ہے، اس کی بدولت مصیبتوں کے بادل چھٹتے ہیں اور فلاح وکامرانی کے راستے ہموار ہوتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (انفال:۴۵) اے ایمان والو! جب دشمن کے کسی لشکر سے تمہاری مڈبھیڑ ہو تو ثبات قدمی سے کام لو اور اللہ کو خوب یاد کرو تاکہ تم کامیاب رہو۔

نیز تاریخ شاہد ہے کہ طالوت اور جالوت کے درمیان ہوئی لڑائی میں لشکر طالوت کے لیے فتح وکامرانی کا راستہ ذکر الٰہی اور دعا ہی کے ذریعہ ہموار ہوا تھا، کیوں کہ جب طالوت اپنے لشکر کے ساتھ میدان کارزار میں آئے تو سب سے پہلے انہوں نے اللہ کو

یاد کیا اور سب نے مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی ﴿رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾ (البقرۃ:۲۵۰) اے ہمارے رب! ہمیں صبر عطا فرما اور ثابت قدمی دے اور کافروں پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔

اسی طرح اسلام اور کفر کی پہلی جنگ ''بدر'' کے موقع پر مسلمانوں کا اپنی قلت تعداد اور جنگی ساز وسامان نا کے برابر ہونے کے باوجود کفار کو شکست فاش سے دوچار کرنا اور ان پر فتح وغلبہ حاصل کرنا ذکر الٰہی اور دعاء باری تعالیٰ ہی کا نتیجہ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معرکۂ بدر سے پہلے اللہ کے سامنے اتنی مناجات اور اتنی دعائیں کیں کہ آپ کی چادر آپ کے کندھے سے گر گر جاتی تھی۔

اللہ رب العزت نے ذکر الٰہی کی اس برکت کو ایک دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا ہے ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (الجمعۃ:۱۰) جب نماز پڑھ لی جائے تو تم لوگ زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (رزق) کی تلاش میں لگ جاؤ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے رہو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت کریمہ میں ذکر الٰہی کو فلاح وکامیابی کا ضامن قرار دیا گیا ہے، لہٰذا ایک مومن بندہ کو کبھی بھی اس سے غافل نہیں رہنا چاہئے ورنہ کامیابی اس کا ہمرکاب نہ ہوگی اور اس کے سامنے ترقی کی راہیں مسدود ہوجائیں گی۔

ذہنی سکون اور قلبی اطمینان کا حصول: ذکر الٰہی کے اہم ترین فوائد میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے اضطرابی کیفیت زائل ہوجاتی ہے، بے چینی وبے قراری سے نجات مل جاتی ہے، ذہنی سکون اور قلبی اطمینان جیسی عظیم نعمت نصیب ہوتی ہے، اللہ عزوجل نے ذکر کی اس برکت کو انتہائی موکد انداز میں بیان کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد:۲۸) خبردار دلوں کو سکون اللہ کے ذکر ہی سے ملتا ہے۔

ذکر الٰہی دنیا سے بے رغبتی پیدا کردیتی ہے، ذہن کی اسکرین پر تصور آخرت کے نقوش ابھر آتے ہیں، جن کی وجہ سے بندہ کے اندر خیر کا جذبہ پروان چڑھتا ہے، دنیاوی مال ومنال اور لذت فانی میں ضرورت سے زیادہ انہماک سے وہ یکسر کنارہ کش رہتا ہے اور یہی اخروی زندگی میں کامیابی کا راز ہے جو ایک سچے پکے مومن کا مطلوب ومقصود ہے، لہٰذا ایسا کیوں نہ ہو کہ ہم ذکر الٰہی میں اپنی زبان کو تر رکھیں اور اس سے اپنے دلوں کی دنیا کو آباد رکھیں، اللہ عزوجل ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، آمین

ذکر الٰہی سے غفلت اور روگردانی کا انجام

ذکر الٰہی سے غفلت اور اعراض بے شمار ہلاکت خیزیوں کا شاخسانہ ہے۔

شیطان کا تسلط: اللہ کے ذکر سے غافل رہنے اور اس سے پہلوتہی کرنے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان پر شیطان کو مسلط کردیتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ﴾ (زخرف:۳۶) اور جو رحمان کی یاد سے غافل ہوجاتا ہے اس کے ساتھ ہم ایک شیطان لگادیتے ہیں پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

جس شخص کے پیچھے شیطان لگ جائے تو اس کے لیے اس سے بڑی بدبختی اور کیا ہوسکتی ہے کیوں کہ شیطان ہر گام پر انسان کو گمراہ کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے، اس کے لیے گمراہیوں کو خوشنما بناکر پیش کرتا ہے اور بندہ ذکر الٰہی سے غفلت کے نتیجے میں شیطان کے دام فریب میں مبتلا ہوجاتا ہے اور اس کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ غضب الٰہی کا شکار ہوجاتا ہے۔

ذکر الٰہی سے غفلت خسارہ اور گھاٹے کا سودا ہے: ارشاد ربانی ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾ (المنافقون:۹) اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کردیں اور جو لوگ ایسا کریں گے (یعنی مال واولاد کی محبت میں گرفتار ہوکر اللہ کے ذکر سے غافل ہوجائیں گے) وہی لوگ حقیقی معنوں میں گھاٹا اٹھانے والے ہیں۔

مذکورہ آیت کریمہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مال واولاد کی اس قدر محبت جو بندہ کو اس کے رب کی یاد سے غافل کردے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اور دنیوی واخروی خسارہ کا اولین سبب ہے۔

سکون قلب کی دولت سے محرومی: جب دل اللہ کی یاد سے خالی ہو تو وہ طرح طرح کے خیالات اور تصورات کا آماجگاہ بن جاتا ہے، مختلف قسم کے افکار وخیالات پیدا ہوتے رہتے ہیں اور دنیا اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود تنگ نظر آنے لگتی ہے اور عیش وعشرت کے تمام تر وسائل کے فراہم ہونے کے باوجود سکون نہیں ملتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے ﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى﴾ (طٰہٰ:۱۲۴) اور جو شخص میری یاد سے روگردانی کرے گا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی اور قیامت کے دن اسے ہم اندھا اٹھائیں گے، وہ کہے گا، میرے رب! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا دنیا میں تو میں خوب دیکھنے والا تھا، اللہ کہے گا، اسی طرح تمہارے پاس میری آیتیں آئی تھیں تو تم نے انہیں بھلا دیا تھا اسی طرح آج تم بھلا دیئے جاؤ گے۔

مذکورہ آیت کریمہ کے اندر زندگی کی تنگی سے بعض نے عذاب قبر اور بعض نے وہ قلق واضطراب، بے چینی اور بے کلی مراد لی ہے جس میں اللہ کی یاد سے غافل بڑے بڑے دولتمند مبتلا رہتے ہیں۔ (ترجمہ قرآن مولانا محمد جوناگڑھی، تفسیر وحواشی حافظ

صلاح الدین یوسف، تفسیر سورہ طہٰ، آیت ۱۲۴)

چنانچہ آج دولت کی ریل پیل اور ہر قسم کی مادی آسائش مہیا ہوتے ہوئے دلوں کا سکون غارت ہے، تقریباً ہر چہرے پر۔ الا ماشاء اللہ ۔ بے چینی و بے قراری کا سماں نظر آتا ہے، رات ہے کہ ہجوم افکار کی نذر ہو چکی ہے، آنکھیں نیند سے آشنا نہیں ہوتیں، نیند کی لذت سے لطف اندوز ہونے کے لیے نیند آور گولیاں اور دوائیں استعمال کی جاتی ہیں اور دن ہے کہ مادی استحکام کی تگ ودو اور حصول زر کی پیہم کدوکاوش کی نذر ہو چکا ہے، نہ دن کے اجالے میں سکون اور نہ رات کے اندھیرے میں اطمینان، انتہائی تشویشناک صورت حال ہے آج کی اس دنیا میں، کیا آپ نے کبھی غور کیا کہ ایسا کیوں ہے؟ اگر میں یہ کہوں تو حقیقت سے سر مو انحراف نہ ہوگا کہ یہ سب کچھ اللہ کے ذکر سے روگردانی، اس کی یاد سے غفلت اور اخروی زندگی کے بارے میں بے فکری اور فانی زندگی سے حد درجہ لگاؤ کا نتیجہ ہے، جس کی بنا پر ہم میں کا ہر ایک شخص سکون واطمینان کی دولت سے محرومی کا رونا رو رہا ہے اور بے چینی و بے قراری کا تلخ گھونٹ حلق سے نیچے اتارنے پر مجبور ہے۔

اگر آپ حقیقی معنوں میں سکونِ دل کی نعمت سے بہرہ مند ہونا چاہتے ہیں تو ذکر الٰہی کو لازم پکڑیے، اس کو حرز جاں بنائے رکھیے، تسبیح وتہلیل، تحمید وتکبیر اور تلاوت قرآن مجید کا اہتمام کیجئے، یقین مانئے آپ اللہ کے فضل ورحمت سے بہرہ مند ہو جائیں گے، اللہ عزوجل کا فرمان کبھی جھوٹا نہیں ہو سکتا ﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ (الرعد: ۲۸)

ذکر الٰہی کے طریقے

ذکر الٰہی بذریعۂ صلاۃ: صلوٰۃ دین اسلام کا ایک عظیم رکن ہے اس کو قائم کرنا ہر مکلّف مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے، اس پر مداومت برتنے کی بڑی تاکید آئی ہے اور اس کو عمداً ترک کرنے پر بڑی وعیدیں سنائی گئی ہیں، نیز اس کو مختلف بھلائیوں کا ذریعہ بتایا گیا ہے جن میں سے ذکر الٰہی بھی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ﴾ (طہٰ: ۱۴) اور مجھے یاد کرنے کے لیے صلوٰۃ قائم کیجئے۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جو نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ کو یاد کرنے والا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا منکر ہوتا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن تفسیر سورہ طہٰ ص: ۸۹۱)

نیز قرآن حکیم کے اندر ایک اور مقام پر صلوٰۃ کو ذکر سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے یہ حقیقت طشت از بام ہو جاتی ہے کہ صلوٰۃ سراپا ذکر الٰہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الجمعۃ: ۹) اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن صلوٰۃ کے لیے اذان دی جائے تو تم اللہ کو یاد کرنے کے لیے تیزی سے لپکو اور خرید وفروخت چھوڑ دو اگر تم سمجھتے ہو تو ایسا کرنا تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔

ذکر الٰہی بذریعہ تلاوتِ قرآن مجید: قرآن کریم جن وانس کی ہدایت کے لیے عزوجل کی طرف سے اس کے آخری رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ ایک عظیم الشان کتاب ہے جو سراپا عبرت وموعظت ہے، اس کی تلاوت ذکر الٰہی کا ایک بہترین ذریعہ ہے کیوں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار اور اس کے ساتھ شرک سے اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تقرب الٰہی کے حصول کے طریقے بتائے گئے ہیں، لہذا جب کوئی سچا پکا مومن صدق دل سے اس کی تلاوت کرے گا تو شعوری طور پر رب تعالیٰ کی وحدانیت کا معترف ہوگا، اور اس کا تقرب حاصل کرنے کی غرض سے اس کی مرضی کے مطابق کام کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے کی حتی المقدور سعی کرے گا، الغرض ذکر الٰہی سے جو اہم ترین مقاصد مطلوب ہیں وہ قرآن مجید کی تلاوت میں بدرجہ اتم موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جمع ہوتے تھے تو ان میں کا ایک قرآن پڑھتا اور باقی لوگ سنتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہتے (ذکرنا ربنا) ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ، چنانچہ وہ قرآن پڑھتے اور حضرت عمر سنتے تھے۔ (تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن تفسیر سورہ بقرہ ص: ۸۵)

قرآن مجید کی تلاوت ذکر الٰہی کا ایک اہم ذریعہ ہے کیوں کہ اس کی تلاوت سے اللہ سے ڈرنے والوں کے دل اس کے ذکر کی طرف مائل ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (الزمر: ۲۳) اللہ نے سب سے اچھا کلام نازل فرمایا ہے یعنی ایک کتاب جس کی آیتیں معانی میں ملتی جلتی ہیں جنہیں بار بار دہرایا جاتا ہے جنہیں سن کر ان لوگوں کے دل کانپ جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

شرعی اذکار اور دعاؤں کا ورد کر کے اللہ کا ذکر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی متعدد احادیث کے اندر اپنی امت کی بہت سارے ایسے اذکار اور دعاؤں کی طرف رہنمائی کی ہے جن کا ورد کر کے ایک مومن بندہ ذکر الٰہی کا عمل بآسانی انجام دے سکتا ہے اور ان اذکار اور دعاؤں کے ثواب سے اپنی نیکیوں کی جھولی کو بھر سکتا ہے، ذیل میں چند اہم اذکار اور دعاؤں کو ان کے ثواب کے بیان کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے۔

وضوء کے بعد کی دعا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص وضو کرنے کے بعد ''أشهد ان لا إلـه إلا الـلـه وحده لاشريک لـه وأشهد أن محمداً عبده ورسوله'' پڑھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ان میں سے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہوجائے۔(مسلم)

سبحان الله وبحمده: بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ ہرروز سو بار ''سبحان الله وبحمده'' پڑھنے سے سب گناہ (صغیرہ) معاف ہوجاتے ہیں۔

سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: دو ایسے کلمے ہیں جو اللہ کے نزدیک بہت پیارے ہیں، زبان پر بہت (یعنی ادائیگی میں) ہلکے (آسان) ہیں، لیکن میزان میں بھاری ہوں گے وہ دو کلمے ''سبحان الله وبحمده'' اور ''سبحان الله العظيم'' ہیں۔(بخاری ومسلم)

سبحان الله والحمد لله ولا إله إلا الله والله أكبر: اس کلمے کے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور یہ چاروں کلمے آسمان وزمین کو نیکیوں سے بھر دیتے ہیں۔(مسلم)

سيد الاستغفار: ''اللهم أنت ربي لاإله إلا أنت خلقتني وأنا عبدک وأنا على عهدک ووعدک ما استطعت، أعوذبک من شر ماصنعت، أبوء لک بنعمتک على وأبوء بذنبي فاغفرلي فإنه لايغفر الذنوب إلا أنت'' اس دعا کو سید الاستغفار کہا جاتا ہے جس نے شام کو اسے پڑھا اور اسی شام کو مرگیا تو جنت میں داخل ہوگا اور اگر صبح پڑھا اور صبح ہی مرگیا تو جنتی ہوگا۔(مسلم)

مذکورہ بالا دعاؤں اور اذکار کے علاوہ آیت الکرسی، اذان کے بعد کی دعا، گھر سے نماز کے لیے نکلنے، مسجد میں داخل ہونے، مسجد سے نکلنے، سونے اور سو کر بیدار ہونے، چھینکنے، کھانا کھانے، اور کھانا کھانے کے بعد کی دعائیں ان کے علاوہ وہ تمام دعائیں جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں اللہ تعالی کو یاد کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

یہ شریعت اسلامیہ ہی کا کمال ہے کہ شارع علیہ السلام نے ہر موقع اور مناسبت کے لیے علاحدہ علاحدہ مخصوص دعاؤں کی طرف اپنی امت کی رہنمائی کی ہے کہ اگر کوئی شخص ہر موقع اور مناسبت کی دعا پڑھنے کا اہتمام کرے تو اس کی زبان ہر آن اور ہر لحہ ذکر الٰہی میں تر رہے گی اور اس کا دل اللہ کی یاد سے کبھی غافل اور خالی نہیں ہوگا۔

یہ ذکر الٰہی کے مخصوص طریقے ہیں، تاہم ذکر الٰہی انہیں طریقوں پر منحصر نہیں ہے ''بلکہ ہر وہ عمل جو قرآن وسنت کے مطابق ہو اور جس میں اللہ تعالی کی اطاعت ہو وہ ذکر الٰہی ہے۔'' (تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن ص:۸۴)

البتہ ذکر الٰہی کے وہ طریقے اور حرکات وسکنات جن کا ثبوت صحیح احادیث اور صحیح آثار صحابہ سے نہیں ملتا بدترین بدعت ہیں جیسے گمراہ صوفیاء کا سماع کے نام پر اپنی محفلوں میں مشرکانہ غلو پر مبنی قوالیاں اور نعتیں پڑھنا، ''حق هو'' کے نعرے لگانا، دل پر لا الٰہ الا اللہ کی ضربیں لگانا، حلقے بنا کر بیٹھنا اور سری یا جہری ذکر میں بزعم خود مشغول ہونا، پانی مار کر اور آنکھیں بند کرکے بیٹھنا اور دعوی کرنا کہ اللہ کا تصور دل و دماغ میں بسایا جارہا ہے، اسی طرح انگلیوں پر تسبیح گننے کے بجائے دھاگے میں پروئے ہوئے دانوں پر یا اسی طرح کی دیگر مصنوعی تسبیحات پر ذکر واذکار گننا یہ اور اس قسم کے دوسرے افعال وحرکات ذکر الٰہی کے خود ساختہ طریقے ہیں جن کا مشروع ذکر الٰہی سے کوئی تعلق نہیں۔

ذکر الٰہی کے آداب

ذکر الٰہی کے چند آداب ہیں جن کی مراعات ضروری ہے وہ آداب قرآن کریم کی اس آیت ''وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ'' (الاعراف:۲۰۵)

(اور اپنے رب کو صبح وشام عاجزی کے ساتھ ڈرتے ہوئے اور بغیر اونچی آواز کے اپنے دل میں یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہوجاؤ) سے مستفاد ہیں۔

۱- ذکر الٰہی دل سے کیا جائے یعنی دیگر عبادات کی طرح اس کے اندر بھی اخلاص نیت ضروری ہے۔

۲- ذکر الٰہی میں تضرع ملحوظ خاطر رہے یعنی اللہ تعالی کو عاجزی اور انکساری کے ساتھ یاد کیا جائے۔

۳- دل پر خشیت الٰہی طاری ہو۔

۴- ذکر الٰہی میں آواز اونچی نہ کی جائے تاکہ ریاکاری کا شبہ نہ ہو۔

اللہ ہمیں زیادہ سے زیادہ ذکر واذکار، تسبیح وتہلیل، تکبیر وتحمید کا نذرانہ پیش کرنے کی توفیق عنایت فرمائے، بارالٰہا! ہماری فروگزاشتوں سے درگزر فرمائے۔ ہمیں ذہنی سکون اور قلبی اطمینان عطا فرمائے۔ آمین، تقبل یارب العالمین

☆☆☆

وطن سے نکالنے کی دھمکی

اسعد اعظمی / بنارس

شرعی اور تاریخی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اہل ایمان کو دیش نکالا دینے کی دھمکی اور اس پر عمل کوئی نئی بات نہیں ہے۔ حق و باطل کے درمیان کشمکش کی طویل تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ باطل پرستوں نے اہل حق کے خلاف جو مختلف حربے استعمال کیے ان میں سے ایک حربہ ان کی جلاوطنی کا بھی ہے۔ قرآن کریم کی درجنوں آیات میں اس کا تذکرہ ہے۔ جلاوطنی کی دھمکی کون لوگ دیتے تھے؟ کیوں دیتے تھے؟ اس پر عمل کیسے کرتے تھے؟ اللہ رب العالمین ایسے لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے؟ اور اہل ایمان کی کیسے اور کیوں حفاظت کرتا ہے؟ یہ ساری باتیں قرآن میں بہ صراحت مذکور ہیں۔ ان کا مطالعہ کر کے ایمان میں اضافہ کرنے کی ضرورت ہے اور موجودہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ان سے روشنی لینے کی بھی ضرورت ہے۔

وطن سے نکالنے کی دھمکی اہل کفر کا شیوہ ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا – سورہ ابراہیم: ۱۳﴾

[کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں ملک بدر کر دیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ.....]

اس آیت میں ایک عام بات کہی گئی ہے کہ یہ اہل کفر کا ہمیشہ شیوہ رہا ہے کہ نبیوں تک کو جلاوطنی کی دھمکی دیتے اور ان کو گھر سے بے گھر کرنے کی بات کرتے ہیں۔ چند انبیاء کا اس ضمن سے خاص طور سے قرآن میں تذکرہ آیا ہے۔

انبیاء اور اہل ایمان کو ملک چھوڑنے کی وارننگ:

۱۔ لوط علیہ السلام:

لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو برائیوں اور بے حیائیوں سے روکا اور انہیں اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ اپنے نبی کی دعوت کو ٹھکرا دیا بلکہ انہیں ملک بدر کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ ارشاد ربانی ہے: ﴿قَالُوا لَئِن لَّمْ تَنتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ – سورہ شعراء: ۱۶۷﴾

[قوم لوط نے جواب دیا کہ اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً نکال دیا جائے گا]

ایک مقام پر یوں ارشاد ہے: ﴿وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوهُم مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ – سورہ اعراف: ۸۲﴾

[اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں]

دوسری جگہ فرمایا: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِّن قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ – سورہ نمل: ۵۶﴾

[قوم کا جواب بجز اس کہنے کے اور کچھ نہ تھا کہ آل لوط کو اپنے شہر سے شہر بدر کر دو، یہ تو بڑے پاکباز بن رہے ہیں]

۲۔ شعیب علیہ السلام:

شعیب علیہ السلام کی قوم کے متکبرین نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا قرآن میں اس کا بیان اس طرح ہے:

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِباً إِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللّٰهُ مِنْهَا ...– سورہ اعراف: ۸۸-۸۹﴾

[شعیب علیہ السلام کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب! ہم آپ کو اور آپ کے ہمراہ جو ایمان والے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال دیں گے، یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ۔ شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آجائیں گو ہم اس کو مکروہ ہی سمجھتے ہوں۔ ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہارے دین میں آجائیں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی.....]

۳۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں کہ نبوت اور دعوت توحید کا اعلان کرنے کے بعد اہل مکہ آپ کے کس طرح دشمن بن گئے تھے اور آپ کو ہر ممکن ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور آخر کار آپ کو آپ کے وطن عزیز مکہ مکرمہ سے نکال کر چھوڑا۔ اس کی تفصیل کے لیے سیرت کی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

یہاں اس سلسلے کی چند آیات ملاحظہ ہوں: ﴿أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْماً نَّكَثُوا

أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّواْ بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ.. سورہ توبہ:١٣﴾

[تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے کیوں تیار نہیں ہوتے جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ دیا اور پیغمبر کو جلاوطن کرنے کی فکر میں تھے...]

﴿ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُواْ لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ .. - سورہ انفال:٣٠﴾

[اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجیے! جب کہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کردیں...]

﴿ وَإِن كَادُواْ لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الأَرْضِ لِيُخْرِجوكَ مِنْهَا وَإِذاً لاَّ يَلْبَثُونَ خِلافَكَ إِلاَّ قَلِيلاً .سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلاَ تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلاً - سورہ بنی اسرائیل:٧٦-٧٧﴾

[یہ تو آپ کے قدم اس سرزمین سے اکھاڑنے ہی لگے تھے کہ آپ کو اس سے نکال دیں۔ پھر یہ بھی آپ کے بعد بہت ہی کم ٹھہر پاتے۔ ایسا ہی دستور ان کا تھا جو آپ سے پہلے رسول ہم نے بھیجے، اور آپ ہمارے دستور میں کبھی ردوبدل نہ پائیں گے]

﴿ إِلاَّ تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُواْ ..- سورہ توبہ:٤٠﴾[اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو اللہ ہی نے ان کی مدد کی اس وقت جب کہ انہیں کافروں نے (دیس سے) نکال دیا تھا...]

﴿.. يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُم - سورہ ممتحنہ:١﴾[(یہ دشمنان دین) پیغمبر کو اور خود تمہیں بھی محض اس وجہ سے جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان رکھتے ہو]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب غار حرا میں پہلی وحی نازل ہوئی تو گھبرائے ہوئے گھر آئے، آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں جو نصرانی مذہب اختیار کیے ہوئے تھے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزول وحی کی تفصیل سننے کے بعد کئی باتیں کہیں جن میں سے ایک بات یہ بھی تھی:

''...لَيْتَنِي أَكُونُ حَيًّا إِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ ''، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو (اس شہر سے) نکال دے گی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تعجب سے پوچھا: ''أَوَ مُخْرِجِيَّ هُمْ؟ '' کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟

ورقہ نے جواب دیا: ''نَعَمْ! لَمْ يَأْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهِ إِلَّا عُودِيَ ''، ہاں، ایسا ہی ہوگا، کیوں کہ جو کوئی بھی آپ کی طرح امر حق لے کر آیا لوگ اس کے دشمن ہی بن گئے۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر:٣)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مکہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

''لَولا أنَّ قَومِي أخرَجُونِي منكِ ما سَكَنْتُ غيرَكِ ''(ترمذی، علامہ البانی نے اسے صحیح کہا ہے) اے مکہ! اگر میری قوم مجھے تیرے یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کہیں اور نہ بستا۔

صحابہ رسول کا مکہ سے اخراج:

نبی کی طرح آپ پر ایمان لانے والوں کی زندگی بھی مکہ میں اجیرن کردی گئی تھی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے سے صحابہ کرام کے دو قافلوں نے یکے بعد دیگرے مکہ کو خیرباد کہہ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر جب مدینہ میں اسلام پھلنے پھولنے لگا تو صحابہ مکہ چھوڑ کر مدینہ میں جا کر بسنے لگے، مہاجرین حبشہ بھی مدینہ واپس آئے۔

صحابہ کرام کو ان کے وطن سے نکالے جانے کی بات قرآن میں مختلف مقامات پر مختلف پیرایے میں ذکر کی گئی ہے۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

﴿ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ - سورہ حج:٤٠﴾[یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ناحق اپنے گھروں سے نکالا گیا صرف ان کے اس قول پر کہ ہمارا پروردگار فقط اللہ ہے]

﴿فَالَّذِينَ هَاجَرُواْ وَأُخْرِجُواْ مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُواْ فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُواْ وَقُتِلُواْ لأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الأَنْهَارُ.. - آل عمران:١٩٥﴾[تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکال دیے گئے اور جنہیں میری راہ میں ایذا دی گئی اور جنہوں نے جہاد کیا اور شہید کیے گئے میں ضرور ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کردوں گا اور بالیقین انہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں.....]

﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً.. - سورہ حشر:٨﴾[(فے کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے ہیں، وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں..]

﴿لا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ - سورہ ممتحنہ:٨﴾[جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمھیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالی تمھیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالی تو انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔]

﴿ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِيْنَ قَاتَلُوكُمْ فِيْ الدِّيْنِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ– سورہ ممتحنہ:۹﴾ [اللہ تعالیٰ تمہیں صرف ان لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنھوں نے تم سے لڑائیاں لڑیں اور تمھیں دیس نکالے دیے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی، جولوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ (قطعا) ظالم ہیں]

﴿ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَصَدٌّ عَن سَبِيْلِ اللّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِندَ اللّهِ ..– سورہ بقرہ:۲۱۷﴾ [لوگ آپ سے حرمت والے مہینوں میں لڑائی کی بابت سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ ان میں لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے، لیکن اللہ کی راہ سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے..]

منافقین مدینہ کی دھمکی:

دیش نکالا دینے کی دھمکی منافقین کی طرف سے بھی آئی تھی وہ بھی مدنی دور میں، اللہ کی طرف سے اس کا سخت نوٹس لیا گیا اور منافقین کو ان کی اوقات بتادی گئی:

﴿يَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَا يَعْلَمُون – سورہ منافقون:۸﴾ [یہ منافقین کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو نکال دے گا۔ سنو! عزت تو صرف اللہ کے لیے، اس کے رسول کے لیے اور ایمان داروں کے لیے ہے، لیکن یہ منافق جانتے نہیں]

اس کا کہنے والا رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی تھا۔ عزت والے سے اس کی مراد تھی وہ خود اور اس کے رفقاء، اور ذلت والے سے (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان۔ (احسن البیان)

آسمان والے کا نظام:

انسان اپنی طاقت، اقتدار اور مال ودولت وغیرہ کے نشے میں کمزوروں اور بے کسوں پر چڑھائی کرتا ہے۔ انہیں ظلم وستم کا نشانہ بناتا ہے، گھر سے بے گھر کردیتا ہے اور سارے حقوق چھین لیتا ہے۔ لیکن انسان جتنا بھی پاورفل ہو اس کی طاقت اور اس کا دائرہ اختیار محدود ہی ہوتا ہے، احکم الحاکمین کی قدرت اور اس کی طاقت کے سامنے وہ کچھ بھی نہیں۔ اللہ تعالیٰ بسا اوقات ظالموں کو ڈھیل دیتا ہے لیکن انہیں چھوڑتا نہیں۔ **إِنَّ أَخْذَهُ أَلِيمٌ شَدِيدٌ**، اس کی گرفت دردناک اور سخت ہوتی ہے۔

اہل ایمان کو جلاوطنی کی دھمکی دینے والوں سے اللہ تعالیٰ کیسے نمٹتا ہے آیات قرآنیہ میں اس کا بھی تذکرہ ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اہل کفر کی دھمکی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُواْ لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا– سورہ ابراہیم:۱۳﴾ [کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تمہیں ملک بدر کردیں گے یا تم پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ.....]

تو اس کے معاً بعد فرمایا: ﴿ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِيْنَ . وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِن بَعْدِهِم – سورہ ابراہیم:۱۳-۱۴﴾

[تو ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ان ظالموں ہی کو غارت کردیں گے اور ان کے بعد ہم خود تمہیں اس زمین میں بسائیں گے]

لیکن اللہ کے اس وعدے اور اس کی نصرت کو حاصل کرنے کے لیے ایک شرط ہے جس کا تذکرہ اس کے بعد یوں کیا گیا ہے:

﴿.. ذَلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ– سورہ ابراہیم:۱۴﴾

[یہ (وعدہ) ان کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے کا ڈر رکھیں اور میری وعید سے خوف زدہ رہیں]

آج اگر ہم دشمنان دین کی دھمکیوں کے بہ مقابل اللہ کی مدد اور اس کی طرف سے حفاظت کا انتظام چاہتے ہیں تو ہمیں اپنا محاسبہ کرنا ہوگا۔ دین سے اور اللہ سے اپنا تعلق مضبوط کرنا ہوگا۔ سماج میں پھیلی ہوئی معاصی اور سیئات کا خاتمہ کرنا ہوگا۔ اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو نصرت الٰہی کی توقع فضول ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر بہت صراحت سے کہہ دیا ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِيْ الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ– سورہ انبیاء:۱۰۵﴾ [ہم زبور میں پندونصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے]

اللہ کا خوف، صالحیت اور تقویٰ کی زندگی سے اللہ کی مدد حاصل ہوتی ہے، تعداد میں کمی یا مالی اور سماجی پوزیشن کی کمزوری اس سلسلے میں کوئی معنی نہیں رکھتی۔ نہ ہی دشمنان دین کی طاقت وسلطنت اللہ کی طاقت کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:

﴿ وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِيْ أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ – سورہ محمد:۱۳﴾ [اور بہت سی ایسی بستیاں ہیں جو آپ کی اس بستی سے زیادہ طاقت والی تھیں جس بستی نے آپ کو نکالا ہے ہم نے ان بستی والوں کو ہلاک کردیا پھر ان کی مدد کے لیے کوئی نہ اٹھا]

خود اہل مکہ کے انجام پر غور فرمائیں کہ جب انہوں نے نبی اور ان کے متبعین کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کیا تو اس کے بعد ان کا کیا حشر ہوا۔ محض آٹھ سال کے اندر اہل ایمان کا دوبارہ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخلہ ہوا، دشمن مقہور ومغلوب ہوئے۔ اس آٹھ سالہ وقفہ میں بھی وہ چین سے نہ رہ سکے، بلکہ مختلف جنگوں میں جان ومال گنواتے رہے اور ہزیمت اٹھاتے رہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جہاں ان کی اس سازش کا تذکرہ کیا ہے جس میں نبی کو قید کرنے، قتل کرنے یا جلاوطن کرنے کا منصوبہ بن رہا تھا اسی مقام پر فرمایا کہ: ﴿وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللّهُ وَاللّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ - سورہ انفال:۳۰﴾ وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا۔ اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے]

قوم لوط اور قوم شعیب نے اپنے نبیوں کو گھر سے بے گھر کرنے کی دھمکی دی تھی ان قوموں کا انجام کیا ہوا کہ حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دی گئیں کہ آج ان کا کہیں نام ونشان باقی نہیں۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ وطن عزیز میں عزت ووقار کی زندگی گزاریں، اعدائے اسلام کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہیں، ان کی طرف سے ہمیں دی جانے والی جلاوطنی کی دھمکی اور ان کا منصوبہ فیل ہو جائے تو ہمیں اسی نسخہ کیمیا کو اپنانا ہوگا۔ محاسبہ نفس، رجوع الی اللہ اور تقویٰ وصالحیت کی زندگی ہی سے ہمارے مسائل حل ہوں گے۔ ہمارے دشمنوں سے اللہ تعالیٰ خود نمٹے گا اور وعدے کے مطابق انہیں غارت کر کے چھوڑے گا۔ ہم احتجاج اور مظاہرے بھی کریں، قانونی لڑائی بھی لڑیں اور جتنی بھی ممکنہ تدبیریں اور وسائل ہیں سب اختیار کریں لیکن بحیثیت مسلمان اپنی حقیقی ذمہ داریوں کو سمجھیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے اس دوٹوک فرمان کو ہمیشہ یاد رکھیں: ﴿إِن يَنصُرْكُمُ اللّهُ فَلاَ غَالِبَ لَكُمْ وَإِن يَخْذُلْكُمْ فَمَن ذَا الَّذِي يَنصُرُكُم مِّن بَعْدِهِ وَعَلَى اللّهِ فَلْيَتَوَكِّلِ الْمُؤْمِنُونَ - سورہ آل عمران:۱۶۰﴾

[اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے؟ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے]

اگر ہم نے اس پہلو پر توجہ نہ دی اور روحانی واخلاقی اصلاح وتبدیلی کے نقطہ کو نظر انداز کیا تو پھر ڈر ہے -اللہ محفوظ رکھے- اندلس، فلسطین اور برما کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہوش کے ناخن لینے کی توفیق مرحمت فرمائے، برے انجام سے بچائے اور اپنے حفظ وامان میں رکھے۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۱۶ کا)

☆انہیں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہر چیز کو سموئے ہوئے ہے۔

☆ان پر اپنی بالادستی ثابت نہ کی جائے بلکہ یہ وضاحت کی جائے کہ ہمیں ان پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے بلکہ ہم ان سے بھی زیادہ گنہگار ہو سکتے ہیں۔

☆ان کو نصیحت کرتے وقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے نصوص کا استعمال کیا جائے کیونکہ نصیحت قبول کرنے میں یہ انداز زیادہ مؤثر ثابت ہوگا۔

☆ان کے لئے دعا کی جائے نیز ان کی نظر میں توبہ اور رجوع الی اللہ کی فضیلت بیان کی جائے۔

☆اگر ہو سکے تو ان کے پاس بار بار جایا جائے نیز ان کا ہر طرح سے خیال رکھا جائے۔

☆اس طرح کے لوگوں کا رویہ اختیار کرنے سے دوسرے لوگوں کو بچانے کے لئے عام ملاقاتوں اور وعظ ونصیحت کی محفلوں میں ان کا نام یا وصف جب تک شرعی سبب نہ ہو ذکر نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس سے ان کے اندر ناراضگی پیدا ہوگی اور وہ اس سے تنگی محسوس کریں گے پھر اس کے نتائج بڑے ہی بھیانک ہوں گے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ لوٹ کر اپنے ماضی کے غلط راستے پر واپس چلے جائیں۔

علم اور تجربہ: آخری بات یہ کہ نافرمانوں اور گنہگاروں کی رہنمائی اور انہیں راہ راست پر لانے کے لئے آپ کو علم، تجربہ، مکمل سوجھ بوجھ اور ان کے علمی، سماجی معیار کی معلومات کی ضرورت پیش آئے گی کیونکہ معصیت ونافرمانی کسی ایک گروہ کے ساتھ تو خاص ہے نہیں، بلکہ لوگوں کی بڑی بھاری تعداد اس میں ملوث ہے۔ کوئی جاہل ہے تو کوئی تعلیم یافتہ اور مہذب ہے یا اس کے پاس علمی سرمایہ ہے۔ ہو سکتا ہے وہ بڑے منصب پر فائز اور اعلیٰ ذمہ داری کا حامل ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان سے گفتگو یا خطاب ان کے حسب حال اور اعتدال پسندانہ ہو نیز مخاطب کی نفسیات کی رعایت ملحوظ رہے تاکہ مناسب نتیجہ برآمد ہو اور جو بھی راہ راست سے بھٹک گیا ہے اسے درست کیا جا سکے اور بگڑ گیا ہے تو بنایا جا سکے۔ اصلاح کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ اس کا اصل مقصد اللہ وحدہ لاشریک لہ کی بندگی کا اثبات اور محض لوگوں کو معصیت ونافرمانی کے اندھیروں سے حق اور ایمان کی روشنی کی طرف لانے کے سوا کچھ نہ ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا: كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ (ابراہیم:۱) ترجمہ: ''یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ ان کے پروردگار کے حکم سے آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں۔ زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔''

☆☆☆

ڈاکٹر ایم این بیگ
پوسٹ بکس نمبر 18
ٹونک Tonk-304001
فون: 01432-244018

طب و صحت

سینے میں درد

سینے کا ہر ایک درد ہارٹ اٹیک Heart Attack نہیں ہوتا، یہ بہت سے دوسرے اسباب سے بھی ہوسکتا ہے جیسے معدے میں تیزابیت وغیرہ وغیرہ، لیکن اگر آپ ادھیڑ عمر کے ہیں یا بوڑھے ہیں تو مناسب یہی ہے کہ اپنے سینے کے درد کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ کریں۔

سینے میں درد، اگر دل کی وجہ سے ہے تو اس کو'' این جائی نا'' Angina کہا جاتا ہے، اس کو ہارٹ اٹیک بھی کہا جاسکتا ہے۔ سینے میں درد کے علاوہ بھی 'این جائی نا' کی دوسری علامات ہوسکتی ہیں، جیسے:

جلن، سینے میں گھٹن کا احساس، دباؤ اور جھنجھناہٹ۔ جلن، دباؤ، اور جھنجھناہٹ کا احساس جبڑے، گردن، بائیں کاندھے اور بازو تک پہنچ جاتا ہے۔

تیز تیز چلنے، چلانے، غصہ کرنے، وزن اٹھانے، سیڑھیاں چڑھنے اور محنت کرنے سے بھی'' این جائی نا'' (دل کا درد) کا حملہ ہوجاتا ہے لیکن آرام کرنے اور '' سار بی ٹریٹ'' یا '' آئی سارڈل'' گولی (5mg یا 10mg) زبان کے نیچے رکھنے سے چند منٹ ہی میں یہ تکالیف ختم ہوجاتی ہیں، لیکن گولی عارضی طور پر ہی اثر کرتی ہے۔

دل کا درد: دل کو خون سپلائی کرنے والی رگوں (شرائین یا شریانوں Arteries) کے سکڑ جانے (کولیسٹرول جمع ہونے کی وجہ سے شریانیں تنگ ہوجاتی ہیں) یا ان میں تھکّا Clot بن جانے کی وجہ سے ہوتا ہے، اگر'' این جائی نا'' دل پر دستک دے چکا ہے تو فوری طور پر:

☆ دل کے ڈاکٹر (Cardiologist) سے مشورہ کریں، دیر نہ کریں، اس کا علاج دیسی ادویہ سے ممکن نہیں اس لیے صرف ایلو پیتھک علاج مناسب ہے۔

اپنے طور پر ان اصولوں پر عمل کریں:

☆ سگریٹ، بیڑی، تمبا کو نوشی بند۔ ☆ دیسی گھی، انڈا، چھوٹا بڑا گوشت، مکھن، وناسپتی گھی، سرسوں، تلوں وغیرہ کا تیل، چاول بند۔ ☆ ٹینشن سے حتی الامکان بچیۓ۔ ☆ صرف پرندوں کا گوشت استعمال کریں۔ ☆ سویابین یا سن فلاور کا تیل استعمال کریں۔ ☆ صبح وشام چہل قدمی کریں۔ ☆ سبزیاں اور چھلکے والی دالیں کھائیں۔ ☆ چائے، کافی استعمال نہ کریں۔ ☆ دودھ، بالائی اتار کر استعمال کریں۔ ☆ مرچ، مصالحے کم استعمال کریں۔ ☆ تیز چلنے، وزن اٹھانے، سیڑھیاں چڑھنے اور محنت مشقت سے بچیں۔ ☆ سادہ زندگی بسر کریں۔ ☆ شکر کم استعمال کریں۔ ☆ مٹاپا کم کریں، اگر دبلے ہوں تو وزن بڑھنے نہ دیں۔

اور ☆ گولی'' آئی سارڈل'' کا'' سار بی ٹریٹ'' ہمیشہ اپنے پاس رکھیں۔

☆ گولی ڈِس پرین Dyspirin روزانہ ایک عدد لیا کریں۔

پتا گوبھی

ہر جگہ پائی جانے والی سبزی ہے، سلاد کے طور پر استعمال کریں یا سبزی بنا کر کھائیں، پتا گوبھی دونوں طرح فائدہ مند ہے۔

اس میں:

☆ پانی	19.10	پرسنٹ
☆ کاربوہائیڈریٹ	5.30	پرسنٹ
☆ پروٹین	2.60	پرسنٹ
☆ کیلشیم، لوہا، فاسفورس	2	پرسنٹ

پائے جاتے ہیں، اور ان کے علاوہ:

☆ وٹامن اے (A) ☆ وٹامن بی (B) ☆ وٹامن سی (C) بھی ہوتے ہیں۔

پتا گوبھی: ☆ جلد کو تروتازہ بنائے رکھتی ہے اور اس پر وقت سے پہلے جُھریاں نہیں پڑتیں۔ ☆ خون کے سرخ دانوں R.B.C. میں اضافہ کرتی ہے۔ ☆ مقوی قلب ہے۔ ☆ کھانسی میں مفید ہے، بلغم کی پیدائش روکتی ہے۔ ☆ گردوں میں پتھری بننے میں مانع ہوتی ہے۔ ☆ خون کی رگوں میں کولیسٹرول جمع ہونے نہیں دیتی اور بالواسطہ طور پر دل کو صحتمند رکھتی ہے۔ ☆ شکر کی بیماری میں مفید ہے۔ ☆ وجع المفاصل (گھٹیا) کو بھی ٹھیک کرتی ہے۔

نوٹ: لیکن یہ اثرات تب ہی مرتب ہوتے ہیں جب اس کی ترکاری کافی دنوں تک متواتر استعمال کی جائے۔

☆ پتا گوبھی، تھوڑی سی مقدار میں پیس لیں اور ہموزن شہد خالص ملا کر، چہرے پر لیپ کرلیں۔ پھر 20 منٹ بعد نیم گرم پانی سے دھولیں۔ دس پندرہ روز تک، روزانہ ایک بار یہی عمل کریں، چہرے کی خشکی دور ہوگی، اور جلد کی جھریاں کم ہوں گی۔

ضروری ہدایت: یہ عمل ہر ماہ، دس پندرہ روز تک، کئی ماہ کریں، تب مثبت وصحت بخش اثرات مرتب ہوں گے۔ ☆☆☆

محمد طیب مدنی، جامعہ رحمانیہ مدھو پور، جھارکھنڈ

قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری صوبہ جھارکھنڈ میں اوران کی مساعی جمیلہ

ہندوستان کے صوبہ یوپی کے ضلع بستی وگونڈہ کو علم وعمل ،دعوت وارشاد ، درس وتدریس اور فضل وکمال میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔مولانا عبدالرؤف خان ندوی صاحب نے ''کاروان سلف حصہ دوم میں مناظر اسلام مولانا عبدالرحمٰن ڈوکی رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔ضلع بلرامپور میں ایک معروف ومشہور گاؤں شنکر نگر میں بریلویت جڑ پکڑ رہی تھی کہ آپ تشریف لے گئے اور مناظرہ کا چیلنج قبول کرلیا لیکن مناظرہ سے پہلے (بریلوی عالم) فرار ہوگیا جس کی وجہ سے شنکرنگر میں بریلویت کا خاتمہ ہوگیا۔آج یہ گاؤں ضلع بلرامپور میں جماعت اہل حدیث کا اہم ومرکزی مقام ہے۔

قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری رحمہ اللہ :''دعوت حیات'' نو میں تحریر کرتے ہیں:تقریباًایک صدی قبل اوراس کے بعد بھی کچھ عرصہ تک حاملین دین متین، داعیان کتاب وسنت اور پاسبان مسلک السلف الصالح کا ایک نہایت پاک باز اور برگزیدہ گروہ اس سرزمین پر وارد ہوتا رہا ہے۔

قاری عبدالمنان اثری موضع شنکرنگر میں پیدا ہوئے ،تعلیمی زندگی کا آغام منشی محمد یٰسین صاحب سے کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی، جامعہ سراج العلوم جھنڈانگر میں حافظ عبدالعلیم صاحب سے حفظ کیا، مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں حفظ مکمل کیا، حافظ وقاری عبدالمنان نابینا صاحب سے شنکرنگر میں استفادہ کیا، اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو میں داخلہ لیا، اس کے بعد جامعہ اثریہ دارالحدیث مئو میں تعلیم حاصل کی، ۱۹۶۱ء کے اوائل میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت اور دستار فضیلت حاصل کی ، فاضل دیوبند کے بعد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد گئے اور وہاں سے سبع وعشرہ کے قاری بن کر نکلے۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعد جذبۂ خدمت دین وعلم کے پیش نظر جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ ممبئی میں امامت وخطابت کی ذمہ داری قبول کی ، کچھ عرصہ بعد جنوب ہند کے معروف ومشہور ادارہ جامعہ دارالسلام عمرآباد میں درس وتدریس کے واجبات کوانجام دیا پھر وہاں سے جامنیر مہاراشٹر چلے گئے۔

قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری :دعوت حیات نو میں تحریر کرتے ہیں ،۱۹۶۶ء کے اوائل میں مدھو پور ضلع سنتھال پرگنہ بہار(جھارکھنڈ) جاپہنچا اور بلاکشان بالاکوٹ اور علمائے صادقپور کی غیر معمولی محبت وعقیدت اوران کی حیات بخش وجاں فزایاد نے ٹھہرالیا اور غلام بے دام بن کر بہرحال وبہر قیمت اس احساس وشعور کے ساتھ ٹھہر گیا کہ

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

جب میرے قلب ونظر نے اچھی طرح دیکھا اور محسوس کیا کہ اس سلسلے کے بزرگوں نے اس سرزمین میں دین وایمان کی آبیاری کے لیے جو محنتیں وکوششیں صرف فرمائی تھیں اب ان کے آثار ونشانات تک مٹنے کے قریب ہیں تو دل نے اپنی ذاتی حالات ومسائل کے علی الرغم قطعی فیصلہ کرلیا کہ ان کے تحفظ واحیاء وبقاء واستحکام کی نہ صرف سبیل پیدا کی جائے بلکہ ان کے مشن وروش خاص کی تجدید واجرا کے سلسلے میں جہد مسلسل وسعی بلیغ عمل میں لائی جائے، چنانچہ مورخہ ۱۶/مارچ ۱۹۶۶ سے کفر والحاد، زندقہ ارتداد کے نہایت شدید وگھٹاٹوپ ماحول میں بالکل بے سروسامانی اور یک وتنہا صرف اپنے خالق ومالک کے سہارے پوری طرح جم گیا۔

مولانا قاری وحافظ عبدالمنان اثری شنکرنگری مدھو پور کے تعلق سے :مدرسہ الرشاد، احوال وکوائف کے آئینے میں: تحریر کرتے ہیں: اوائل فروری ۱۹۶۶ء میں مدھو پور پہنچا، یہاں کے لوگوں کے بے حد اصرار کے بعد مورخہ ۱۶/مارچ ۱۹۶۶ء کو مدرسہ اسلامیہ میں صدر مدرس اور متصل جامع مسجد اہل حدیث میں بحیثیت امام وخطیب کے ذمہ داری قبول کرنے پر مجبور ہوا۔اس وقت مدھو پور کا انتہائی تاریک اور بھیانک دینی، اعتقادی وعلمی نقشہ سامنے آیا۔اس صورت حال کی اصلاح اوراس کی تبدیلی کی کوششوں میں جو سخت قسم کی مشکلات اور آزمائشیں آئیں وہ ایک نہایت ہی المناک داستان اور لمبی تاریخ ہے۔

استاذی المحترم کا جس وقت مدھو پور میں ورود مسعود ہوا منکرین حدیث کا دور عروج وشباب کا تھا، قاری صاحب کو قرآن مجید اوراحادیث نبویہ سے پاکیزہ ذوق، وہ ایک باصلاحیت عالم دین، علوم کتاب وسنت کے ماہر، قادرالکلام خطیب، شمشیر بے نیام وبے باک مقرر اور مرد مجاہد نے مسجد کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد منبر ومحراب سے اپنے سحر بیانی خطبہ جمعہ میں کتاب وسنت کی حقانیت اور قرآن وحدیث کی اہمیت وضرورت کوواضح کرنا شروع کیا، حدیث نبوی کے دفاع اور فتنہ انکار حدیث کا قلع قمع اور سرکوبی کی وجہ سے منکرین حدیث بوکھلا گئے کیونکہ ذمہ داران مسجد اوراکثر مصلیان

اس سے قبل منکرین حدیث بن چکے تھے، چنانچہ منکرین حدیث مسجد پر حاوی ہوگئے۔

مدھوپور میں فتنہ انکار حدیث کا اجمالی تعارف:

استاذی المکرّم تحریر کرتے ہیں: دوسری جنگ عظیم کے موقع پر کلکتہ میں بمباری ہوئی، مڈل فیل قسم کا ایک آدمی وعبدالحمید کانکی نارا کلکتہ سے بھاگ کر مدھوپور آیا اور یہیں مقیم ہوگیا (کانکی نارا میں کورٹ کا دلال تھا) اس نے ہومیو پیتھک پریکٹس شروع کی۔ انقلاب ۱۹۴۷ء سے قبل تک اچھے دن تھے، انہوں نے خصوصا مارواڑی سماج اورشیعہ سوسائٹی سے پوری ہم آہنگی پیدا کر کے اچھے دن گذارے۔ آزادی ہند کے بعداس کی پریکٹس کمزور ہوگئی تو میخانے سے رخ پھیر کر مسجد کی طرف کرلیا ’’اذا صلی شهرا ينتظر الوحی‘‘ ایک مہینہ نماز پڑھ کر وحی کا انتظار کرنے لگا، چنانچہ اس کی روزی روٹی کی سبیل پیدا ہوگئی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتابیں، دو اسلام، دو قرآن وغیرہ، حافظ اسلم جیراجپوری کی کتابیں، ’’تعلیمات قرآن‘‘ وغیرہ، چودھری غلام احمد پرویز کا رسالہ ’’طلوع اسلام‘‘ آریہ سماج کی اسلام پیغمبر اسلام کے خلاف کتابیں تعلیمات نبوی اور سلف صالحین کی دشمنی وعناد میں مشہور ہیں، ڈاکٹر صاحب کو اپنے حق میں نہایت مفید نظر آئیں، چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے ہومیو پیتھک کلینک کو قرآن کی ریسرچ سوسائٹی میں تبدیل کردیا، مذکورہ بالا کتب کے افکار ونظریات سے استفادہ کر کے کچھ اپنی طرف سے الٹا سیدھا قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنے کا سلسلہ شروع کردیا، یہ شخص انتہائی موقع شناس، شاطر اور لفاظ قسم کا ہے، کم علم اور لاشعور لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لینے کا اچھا ڈھنگ وہنر حاصل ہے، اس نے غیر معمولی شوروشر سے جہلاء واوباشوں کی مجلس جمالی اور باقاعدہ انکار حدیث کی تحریک شروع کردی، ڈاکٹر صاحب نے اسلام، قرآن، پیغمبر اسلام، حدیث نبوی، ائمہ حدیث، ائمہ فقہ اور سلف صالحین کے خلاف سب وشتم، گالی گلوج، الزامات وافترات کا ایسا طومار باندھا کہ الامان والحفیظ، جس کی وجہ سے مدھوپور ومضافات کی دینی، اعتقادی، اخلاقی ومعاشرتی نظام درہم برہم ہوگیا، یہی وہ فتنہ ہے جس نے کتاب وسنت کے کاز کی تقویت کے لئے کی گئیں صدیوں کی محنت وکوشش، جدوجہد اور مساعی جمیلہ پر بالکل ہی پانی پھیر دیا۔ (حوالہ مذکور)

اس فتنہ (انکار حدیث) نے ۱۹۶۶ء کے اواخر میں جامع مسجد اہل حدیث مدھوپور پر غلبہ حاصل کرلیا، افراد اہل حدیث واخوان جماعت نے عیدگاہ کو پنجوقتہ نماز وجمعہ کے لئے مسجد میں تبدیل کردیا، جامع مسجد اہل حدیث پر منکرین حدیث کا قبضہ وتصرف ہونے کی وجہ سے مضافات کے گاؤں وبستیاں اس فتنہ کے زد میں آنے لگیں۔ استاذ گرامی نے اس صورت حال کا جائزہ لیا پھر مدرسہ اسلامیہ سے مستعفی ہوگئے۔ آپ تحریر کرتے ہیں مدرسہ اسلامیہ کی میری ملازمت قومی، ملی وجماعتی مسئلے کا حل نہیں تھا بلکہ سنگ راہ، چنانچہ لوگوں کے ہزار اصرار کے باوجود فروری ۱۹۶۸ء میں مدرسہ اسلامیہ مدھوپور کی ذمہ داریوں سے میں نے رخصت لے لی، اور مورخہ ۵/مارچ ۱۹۶۸ء کو ایک ایکٹر زمین موضع پھلجھریا متصل ڈابھاکیند میں اس اعلیٰ مقصد کے تحت میں نے مدرسہ البلاغ اسلام آباد جامتاڑا کورٹ سے وقف کرایا کہ اس علاقے کی اصلاح وتعمیر کا کام یہیں سے شروع کیا جائے، مگر صد افسوس کہ بعض غیر مخلص ساتھیوں کی وجہ سے کام شروع نہ ہوسکا جس پر میں نے خون کے آنسو رویا اور دل تھام کر بیٹھ گیا۔ فیا حسرتاہ (حوالہ مذکور)

استاذی المحترم قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری کی خاص خوبی یہ تھی کہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی ہرگز نہ گھبراتے بلکہ توکل علی اللہ، صبر وتحمل، خشیت وللّٰہیت، خلوص وثبات، کتاب وسنت سے عقیدت ومحبت، مسلکی غیرت وحمیت اور دور اندیشی ودوررس نگاہیں جیسے صفات عالیہ سے متصف تھے، بروقت فیصلہ لیتے اور جم جاتے، عظیم شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے دیکھا کہ یہ فتنہ مدھوپور ومضافات کے مسلمانوں کو فرقہ باطلہ سے آگاہ کرنے اور اس فتنہ کے شجر ممنوعہ کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکنے کا عزم مصمم کرلیا مسجدوں میں دروس ومحاضرات، وعظ وارشاد، دعوت وتبلیغ اور جگہ جگہ جلسے جلوس اور علمائے کرام کے مواعظ حسنہ کے ذریعہ کتاب وسنت کی اہمیت وضرورت کو واضح کرنا شروع کیا۔ نیز طلبہ کو بستی، گونڈہ، جھنڈانگر اور اہل حدیث کے دیگر مدارس میں خود جاکر یا خط کے ذریعہ داخلہ کرانے لگے، پورا محاذ آپ یکہ وتنہا سنبھالے ہوئے تھے اور ہر موقع پر منکرین حدیث کو دھول چٹائی۔

شہر مدھوپور میں منکرین حدیث کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ استاذی المکرّم قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری کو قیام کے لئے کوئی جگہ میسر نہیں ہوئی، مدھوپور میں چند ہی افراد اہل حدیث تھے، آپ کا مستقر خاکسار کا گاؤں بارہ پنساری تھا، آپ پورے علاقے کا دورہ کرتے تھے، مدھوپور میں ایک غیر مسلم بنگالی ڈاکٹر جناب ڈاکٹر سریش چندررائے صاحب کے کلنک کی چھت پر قیام کی جگہ ملی، یہ کلنک مٹ کوٹھا تھا۔ پورا محلّہ ہندو محلّہ تھا، اس محلّہ کے بعض بزرگوں نے اس اعتماد کے ساتھ رکھا کہ آپ کسی بھی وقت آنا جانا کیجئے کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ منکرین حدیث استاذ گرامی کو پگلیٹ کہا کرتے تھے۔ یعنی قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری کا نام منکرین حدیث کے درمیان پگلیٹ یا پگلا تھا۔

مدھوپور کے بعد کروا گاؤں فتنۂ انکار حدیث کا دوسرا بڑا مرکز تھا، اس گاؤں کے تقریباً تمام لوگ منکرین حدیث بن گئے تھے، مدھوپور میں منکرین حدیث کی کامیابی

کے بعد ڈاکٹر عبدالحمید، مولوی محمد ہارون مدرس مدرسہ اسلامیہ مدھو پور و دیگر منکرین نے گاؤں والوں کے تعاون سے کروا مسجد پر غلبہ حاصل کرنے کا پروگرام بنایا۔

مولانا محمد ادریس شمسی صاحب کا بیان ہے: مسجد کے مؤذن نے تقریباً گیارہ بجے دن مجھے اطلاع دی کہ خطبہ جمعہ آپ نہیں دیں گے بلکہ ڈاکٹر عبدالحمید خطبہ دیں گے اس لئے آپ مسجد نہیں جائیں گے۔ میں نے اپنے بھائیوں سے مشورہ کیا اور جمعہ پڑھانے چلا گیا۔ دیکھا کہ پہلی صف میں منکرین حدیث کے سرغنہ قسم کے لوگ بیٹھے ہیں، میں بھی ڈاکٹر عبدالحمید کے بازو میں بیٹھ گیا۔ جب جمعہ کا وقت ہوا تو منکرین حدیث نے اسے منبر پر چڑھنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اسے یہ کہتے ہوئے روک دیا کہ آپ نے کبھی خطبہ دیا ہے۔ وہ اٹھنے ہی والا تھا کہ میری بات سن کر بیٹھ گیا، اتنا ہی میں مصطفی کمال اور ڈاکٹر محمد اقبال آئے اور عبدالحمید کو پکڑ کر منبر پر بٹھا دیا، جب وہ خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا تو میں بھی اس کے بغل میں کھڑا ہو گیا۔ وہ خطبہ پڑھنے لگا، میں بھی پڑھنے لگا، دونوں طرف سے ہاتھا پائی شروع ہوگئی۔ میں اپنے حامیوں کے ساتھ مسجد سے نکل گیا، میں نے سائیکل نکالی اور سیدھے نرائن پور تھانہ چلا گیا اور داروغہ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ مغرب سے قبل ہمارے گاؤں نہیں پہنچیں گے تو خون خرابہ ہونے کا شدید امکان ہے، داروغہ نے سائیکل تھانہ میں رکھوا دیا اور اپنی جیپ میں بیٹھا لیا، تقریباً پانچ بجے شام داروغہ کی گاڑی گاؤں میں پہنچی، لوگ بھاگ چکے تھے، عبدالعزیز نامی شخص جو سرپنچ تھا ملا، داروغہ نے جھگڑے کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ جمعہ کے خطبہ کا جھگڑا نہیں ہے۔ ہم لوگ صرف قرآن کو مانتے ہیں۔ مولانا محمد ادریس اس کے ساتھ حدیث کو بھی ماننے کے لئے کہتے ہیں، داروغہ نے دونوں گروپ کو تھانے میں بلایا۔

دوسرے دن میں اپنے ساتھ چند افراد کو لیا اور مولانا محمد جرجیس سلفی کو تھانہ پہنچنے کو کہا، انہوں نے اپنے گاؤں میں اعلان کر دیا کہ آپ لوگوں کو تھانہ چلنا ہے، پوکھریا گاؤں سے تقریباً ایک سو آدمی تھانہ پہنچ گئے، داروغہ نے گفتگو کے لئے دو دو آدمی کو مدعو کیا، منکرین حدیث کی طرف سے مولوی امین الرحمٰن مدھو پوری و ڈاکٹر محمد خیال اور میری طرف سے میں خود اور مولانا محمد جرجیس سلفی صاحب نے حصہ لیا۔ منکرین حدیث نے کہا کہ ہمارا دعوی ہے کہ قرآن کافی ہے۔ حدیث کی ضرورت نہیں ہے، قرآن خود کہتا ہے''فبای حدیث بعدہ یومنون'' یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کے ساتھ بخاری، مسلم وغیرہ کو بھی تسلیم کرنا ہوگا۔ ہم لوگوں نے کہا کہ ان سے پوچھا جائے کہ دن رات میں کتنے وقت کی نماز اور کتنی رکعتیں پڑھتے ہو؟ جواب دیا کہ پانچ وقت کی پڑھتے ہیں لیکن رکعات کی تعداد نہیں معلوم، میں نے کہا سترہ رکعتیں پڑھتے ہو، بتاؤ کہ قرآن میں سترہ رکعات پڑھنے کا ذکر کہاں ہے۔ منکرین حدیث کے خیمے میں سناٹا چھا گیا، میں نے کہا حضور! عدالت و کورٹ میں مسلم وکلا اور جج صاحبان ہیں، فیصلہ کے لئے کورٹ میں بھیج دیجئے، اگر یہ فیصلہ ہوا کہ صرف قرآن ماننا ہے، حدیث کو نہیں تو میں مجرم ہوں گا اور اگر دونوں ماننے کا فیصلہ ہوا تو یہ لوگ مجرم ہوں گے، داروغہ نے مقدمہ کورٹ کے حوالے کر دیا۔

جب منکرین حدیث کو معلوم ہوا کہ معاملہ کورٹ میں چلا گیا ہے تو منکرین کو یقین ہو گیا کہ عدالت کا فیصلہ ہمارے حق میں نہیں ہوگا، چنانچہ ان لوگوں نے صلح کر کے مقدمہ واپس لینے کا ارادہ کر لیا، دوسرے دن سارے منکرین حدیث مسجد میں جمع ہوئے اور مجمع عام میں کہا کہ آج سے مسجد کے امام و خطیب مولانا محمد ادریس شمسی صاحب ہوں گے۔ اس لئے ایک صلح نامہ لکھ کر کورٹ سے مقدمہ واپس لے لیا جائے اور ایسا ہی ہوا، اس طرح گاؤں کی مسجد منکرین حدیث کے قبضے سے محفوظ رکھنے میں بہت بڑی کامیابی ملی۔

مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی بستوی اور قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری وغیرہم نے بارہا میرے گاؤں کروا میں منکرین حدیث کے رد میں اور حجیت حدیث کے اثبات میں تقریریں کیں ہیں ایک مرتبہ مشہور زمانہ داعی و مناظر مقرر و مبلغ پروفیسر مولانا عبیداللہ رحمانی کشمیری و قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری کروا گاؤں میں تشریف لائے۔ مولانا محمد ادریس شمسی ان دونوں کی تقریروں کی حلاوت وشیرنی یوں بیان کرتے ہیں۔ ان حضرات کی منکرین حدیث کے خلاف، حجیت حدیث کے اثبات اور اس کے تشریعی مقام وحیثیت پر ایسی مدلل تقریریں ہوئیں کہ میں نے پوری زندگی میں ایسی تقریریں کبھی سنی ہی نہیں۔ حاضرین پر بہت ہی اچھا اثر ہوا اور منکرین میں بڑی تبدیلیاں ہوئیں۔

منکرین حدیث مدھو پور کے نزدیک تہجد کی نماز فرض تھی، منکرین حدیث تہجد کی نماز مسجد میں جماعت کی پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے، مدھو پور سے متصل نرائن پور ایک بستی ہے، مولوی محمد داؤد تہجد کی اذان دے کر نماز پڑھتا تھا، لوگوں نے منع کیا لیکن مولوی محمد داؤد باز نہیں آئے، ایک دن لوگوں نے مولوی محمد داؤد کو جم کر مار پیٹائی کر دی، اس نے کہا اس مسجد میں کبھی بھی نماز نہیں پڑھوں گا اس طرح یہ مسجد جماعت اہل حدیث کے پاس محفوظ رہ گئی، اس طرح فتنۂ انکار حدیث علاقے میں ہاتھ پیر مارنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ منکرین حدیث کو ہر موڑ پر منہ کی کھانی پڑی۔

مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی بستوی رحمہ اللہ جامعہ رحمانیہ مدھو پور کے تاثرات میں تحریر فرماتے ہیں قاری عبدالمنان اثری اور میں ہم دونوں شیخ الحدیث مولانا عبیداللہ رحمانی حفظہ اللہ کے پاس مبارکپوری گئے اور مدھو پور اور مضافات کے حالات سے مطلع کیا، انہوں نے مدھو پور میں ایک آزاد سلفی ادارہ قائم کرنے کا مشورہ دیا اور زمین حاصل کرنے کے لئے دو معتمد علیہ کو مدھو پور بھیجا لیکن کامیابی نہیں ملی۔

اسلامی مدارس کودورحاضر میں دین کے تحفظ اوراسلامی تشخص کے لئے وہی حیثیت ومقام ہے جوانسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کا ہے، انسانیت کی تعلیم وتربیت کے لئے مدرسہ سب سے بڑی درس گاہ ہے جہاں دین کے اچھے داعی اوراسلام کے سپاہی تیار ہوتے ہیں، مدرسہ عالم اسلام کا بجلی پاور ہاؤس ہے جہاں سے اسلامی آبادی بلکہ انسانی آبادی میں بجلی تقسیم ہوتی ہے مدرسہ کاتعلق براہ راست نبوت محمدی سے ہے، یہ مدارس دین کے محفوظ ومضبوط قلعے ہیں جہاں اسلامی تعلیم وتربیت ،نشرواشاعت ،تہذیب وثقافت اوراسلام کی حفاظت وصیانت ہوتی ہے اور کتاب وسنت پرعمل پیرا ہونے کا جذبہ اورشوق پیدا ہوتا ہے۔

استادگرامی نے کالج سے قریب محلہ پتھرچپٹی میں ایک چھوٹی مسجد کے بغل میں مطبخ اورایک کمرہ بناکرمسجد سے ماہ اکتوبر۱۹۷۱ء میں تعلیم کا آغاز کیااور دوروزہ اجلاس عام کے انعقاد کا فیصلہ کیا چنانچہ مورخہ ۹؍۱۰؍دسمبر۱۹۷۲ء کومحلہ پتھرچپٹی میں اجلاس عام منعقد ہوا۔اس اجلاس کے لئے کرسیاں، مائک وغیرہ سب سامان گریڈیہہ سے منگایا گیا،اس اجلاس کا اثرپورے علاقے میں بہت ہی اچھا ہوا۔مولانا واعظ الحق ندوی صاحب (ضلع چمپارن بہار) صدرمدرس مدرسہ اسلامیہ مدھوپور ،مدرسہ سے نکال دے گئے، استاذمحترم نے مولاناواعظ الحق ندوی صاحب کواپنے ساتھ کرلیا تاکہ مضبوط ومستحکم طریقے سے مدرسہ کوچلایا جاسکے۔

قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری: مدرسہ الرشاد،احوال وکوائف کے آئینے میں تحریرکرتے ہیں مدھوپور کی تاریکی اس درجہ بڑھ گئی کہ لوگوں کوخوداپناوجود دیکھائی نہیں دینے لگا توماہ اکتوبر۱۹۷۱ء میں مدرسۃ الرشاد کی شکل میں اچانک پردہ غیب سے ایک روشن چراغ ظاہر ہوا، مدرسہ الرشاد کی بنیادمحض خلوص اورملت وانسانیت کی اصلاح وتعمیر کے نہایت پاکیزہ واعلی مقاصد اورابتغاء مرضیات رب پرہے۔ اس لئے میراایمان ویقین ہے کہ اللہ رب العالمین قدیروحکیم وعلیم بذات الصدور اس کو'' کشجرۃ طیبة اصلها ثابت وفرعها فی السماء '' کا مصداق کامل بنائے گا مدرسہ الرشادحق کی ایک کمین گاہ اورتاریکیوں میں ایک روشن چراغ ہے، اس کی بنیاد کامل احساس وشعور پرہے۔اس کے سامنے حق وباطل کی ایک پوری تاریخ ہے۔ مدرسہ الرشادمعروف معنوں میں کوئی روایتی درسگاہ نہیں ہے، بلکہ ایک عظیم دینی وعلمی تحریک ہے جوعہد حاضر میں دینی وملی تقاضوں کوبروئے کارلانے کے لئے پورے علم وبصیرت کے ساتھ برپاکی گئی ہے۔

استادمحترم!بانگ درا: میں تحریر کرتے ہیں: مدرسۃ الرشاد ابھی اپنے بالکل ابتدائی مراحل میں نہایت بے سروسامانی کے عالم اورخاص قسم کی مشکلات اور آزمائشوں کے ایام میں بھی صرف خداوندعالم کی خاص مہربانی اورملت کے باشعور مخلص ترین افراد کی توجہ وعنایت سے بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے۔آپ ہرحال میں اس کی ترقی واستحکام کی سعی فرماکر اپنے وجود ملی اورحیات معنوی کا سروسامان کریں، یہ ملت کی عظیم امانت اورآپ کی آرزوؤں اورامیدوں کا مرکز ہے۔

قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری:''دعوت حیات نو''میں تحریرکرتے ہیں: ابھی میں مدھوپورمیں اپنے کام اورمشن کے سلسلے میں پوری طرح منہمک ومصروف تھا کہ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۷۶ءکومیرے گھر (شنکرنگربلرامپورگونڈہ) میں آگ لگی اور سارا اثاثہ جل کرخاک ہوگیا، والدصاحب کی اطلاع پرجب میں اپنے وطن پہنچا تودھوپ وبارش سے نجات وپناہ حاصل کرنے کے لئے مصروف ہوگیا۔

مدرسہ الرشادمثبت طریقے سے کتاب وسنت کی خدمت کررہا تھا اورترقی کی طرف گامزن تھا کہ کسی نے سازش کے تحت مولاناواعظ الحق ندوی صاحب جومدرسہ کے روح رواں ،دست وبازواورمعین ومددگار تھے خیرخواہ بن کرپورے سامان کے ساتھ ٹرین میں بیٹھاکروطن بھیج دیا جس کی وجہ سے منکرین حدیث کے مشکوک وشبہات کےازالہ وتردید میں قائم ہونے والا ادارہ بند ہوگیا۔

حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ مسندخلافت پرجلوہ افروز ہوئے اورزمام حکومت سنبھالا کہ فتنوں کا دورشروع ہوگیا۔کہیں مدعیان نبوت کا فتنہ،کہیں مانعین زکوۃ کا فتنہ اورکہیں ارتداد کا فتنہ،حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے ان تمام لوگوں سے جنگ کی اورکیفرکردارتک پہنچادیا اورتمام فتنوں کوزیرزمین دفن کردیا۔حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے زمانے میں خلق قرآن کا فتنہ پیدا ہوا۔اس فتنہ کے رد کے لئے امام موصوف مضبوط چٹان کی طرح بنیان مرصوص بن گئے۔حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تاریوں کی یورش روکنے کے لئے سدسکندری بن جاتے ہیں۔قاری عبدالمنان اثری شنکرنگری انتہائی نامناسب حالات، جفاکشی، جانفشانی اوراذیت رساں ماحول میں فتنۂ انکارحدیث کی سرکوبی کے لئے اپنااوڑھنا وبچھونا بنالیتے ہیں،ترکوجوری گاؤں میں اہل حدیث ومنکرین حدیث کے مابین مناظرہ منعقد ہوا، مفسرقرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی بستوی وقاری عبدالمنان اثری شنکرنگری نے منکرین کواس طرح لاجواب کیا کہ منکرین میدان چھوڑکر بھاگ گئے۔

دوسرے دن مدھوپورواپس ہورہے تھے کہ کرواگاؤں میں منکرین نے مجادلہ کا ارادہ کیا، قاری صاحب نے اس طرح للکارا کہ منکرین پیچھے ہٹ گئے۔ایک مرتبہ مدرسہ اسلامیہ سے متصل مسجد کی چھت پرہم طلبہ کومغرب کی نماز پڑھارہے تھے کہ غلو پہلوان ومنکرین نے قاری صاحب کومنع کیا، قاری صاحب چھت سے نیچے اترتے ہیں اورآستین چڑھالیتے ہیں کہ منکرین دم دباکر پیچھے ہٹ جاتے ہیں،اس طرح بہت سارے واقعات قاری صاحب کے ساتھ وابستہ ہیں، فتنہ انکارحدیث مضافات میں

پروان نہیں چڑھ سکا اور آج خود شہر مدھوپور میں فتنہ ختم ہوگیا۔قاری صاحب نے اسلامی مرکز کے قیام کے لئے محلّہ پتھرچپٹی میں لب سڑک ایک ایکڑ ۶۷ ڈسمل قطعہ اراضی کو مورخہ یکم اپریل ۱۹۸۰ء کو کورٹ سے رجسٹری کرایا۔

قاری صاحب: ''دعوت حیات نو'' میں تحریر کرتے ہیں بلرامپور کی سرزمین میں ایک عظیم دینی علمی اور ملی مشن انجام دینے کے لئے مورخہ ۹/اکتوبر ۱۹۸۴ء کو کچھ رقم پیشگی ایک وسیع قطعہ اراضی کا سودا کرلیا گیا ہے، مورخہ ۴/دسمبر ۱۹۸۴ء سے اسی عمارت میں جامعہ اسلامیہ سلفیہ کے نام سے ایک دینی وعلمی درسگاہ کا قیام عمل میں آیا خطیب الاسلام حضرت مولانا عبدالرؤف رحمانی دام ظلہم کی صدارت میں باقاعدہ اجلاس کرکے مقامی وبیرونی علماء وخواص وعامۃ المسلمین کی موجودگی میں مورخہ ۴/دسمبر ۱۹۸۴ء مطابق ۹/ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو تعلیم کا اجراء عمل میں آیا۔

راقم الحروف نے مدینہ یونیورسٹی سے تخرج اور تعاقد کے بعد مدھوپور میں حاصل کردہ قطعہ اراضی پر مدرسہ قائم کرنے اور فتنۂ انکارحدیث کا قلع قمع کرنے کا پروگرام ۱۹۸۵ء میں مرتب کیا۔چنانچہ مورخہ ۱۵/جون ۱۹۸۵ء میں ایک کمیٹی کی تشکیل ہوئی، ادارہ کا نام جامعہ رحمانیہ منتخب کیا گیا، اس قطعہ اراضی کا موٹیشن (خارج وداخل) کے بعد مورخہ ۵/اگست ۱۹۸۶ء کو کورٹ میں جامعہ رحمانیہ کے نام وقف کرانے اور جامعہ رحمانیہ کے نام موٹیشن کرانے کے بعد مورخہ ۱۳/فروری ۱۹۸۷ء کو مدھوپور میں جامعہ رحمانیہ کا قیام عمل میں آیا۔

جماعت اہل حدیث کے عظیم محقق، بے پناہ مطالعہ کے حامل ومصنف شیخ محمد عزیر شمس حفظہ اللہ جناب زبیر صاحب کے نام ایک خط میں قاری عبدالمنان اثری کے تعلق سے تحریر کرتے ہیں اس بار قاری عبدالمنان اثری صاحب سے مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی، وہ جماعت کے معروف عالم بلکہ مجاہد ہیں، ان کی پوری زندگی باطل سے مقابلہ میں گذری ہے، ایک عرصہ تک انہوں نے مدھوپور بہار میں قیام کیا ہے۔اور وہاں جماعت کو منظم کیا۔ایک بڑا جامعہ قائم کیا، منکرین حدیث سے مباحثے کئے۔(حوالہ مذکور)

استاذگرامی کی یہ تھی شخصیت جنہوں نے اپنی علمی قابلیت، صلاحیت، صالحیت اور استعداد کے مطابق جھارکھنڈ میں کارہائے نمایاں انجام دیا، ہم ان کے شاگرد اس مشن کو آگے بڑھا کر دین کی خدمت کررہے ہیں۔

استاذ محترم ۲۲/فروری ۱۹۹۵ء مطابق ۲۳ رمضان ۱۴۱۵ تقریباً ساٹھ سال کی عمر مکہ مکرمہ میں لیلۃ القدر ساڑھے بارہ بجے رات اس دارفانی سے کوچ کرکے اپنے مالک حقیقی سے جاملے اور وہیں مدفون ہوئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون اللھم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق امیر معروف عالم دین مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کی اہلیہ کا انتقال

دہلی۔۳۱/جنوری ۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق امیر، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سابق نائب صدر، جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاؤں مہاراشٹر وغیرہ متعدد تعلیمی وتربیتی اور رفاہی اداروں کے مؤسس، صاحب طرز صحافی ومصنف اور خطیب معروف عالم دین مولانا مختار احمد ندوی رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ اور اسلم مختار صاحب، مولانا اکرم مختار صاحب اور مولانا ارشد مختار صاحب کی والدہ ماجدہ اور مولانا شیر خاں جمیل احمد مدنی صاحب کی خوشدامن صاحبہ کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ مولانا مختار احمد ندوی صاحب کی اہلیہ نہایت خلیق اور پابند شرع خاتون تھیں۔بلاشبہ مولانا مرحوم نے جہاں دینی، دعوتی، تصنیفی، تالیفی، تعلیمی اور رفاہی میدانوں میں اور جمعیت وجماعت کے پلیٹ فارم سے بہت ساری خدمات انجام دیں ان تمام مختلف مراحل میں مرحومہ نے ایک مثالی شریک حیات کا بھرپور کردار ادا کیا۔اور اس طرح ایک مثالی شریک حیات اور مثالی ماں کی حیثیت سے بھرپور زندگی گذار کر کل شب تقریباً ساڑھے دس بجے بعمر تقریباً ۹۰/سال داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔آج بعد نماز عصر جوہو قبرستان سانتا کروز (ویسٹ ممبئی) میں تدفین عمل میں آئے گی۔پسماندگان میں تین صاحبزادے اور پانچ عالمہ فاضلہ صاحبزادیاں اور متعدد پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں ہیں۔تمام صاحبزادے، صاحبزادیاں، پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں دینی کاز سے جڑے ہوئے ہیں جو مولانا مرحوم کے ساتھ ساتھ مرحومہ کے لئے بھی صدقہ جاریہ ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنۃ الفردوس کی مکین بنائے اور پسماندگان خصوصاً اسلم مختار، مولانا اکرم مختار، مولانا ارشد مختار اور مولانا شیر خان جمیل احمد مدنی صاحبان ودیگر اہل خانہ ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور ان کو صبر وسلوان عطا کرے۔آمین

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز ودیگر ذمہ داران وکارکنان نے بھی ان کے پسماندگان سے قلبی تعزیت کی ہے اور ان کی مغفرت وبلندی درجات کے لئے دعا گو ہیں۔امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی جنازے میں شرکت کے لئے ممبئی روانہ ہوچکے ہیں۔

ڈاکٹر فہد الاسلام السلفی کو صدمہ: پٹنہ: اسلامک ریسرچ آرگنائزیشن سے اطلاع دی جاتی ہے کہ شہر پٹنہ کے داعی ڈاکٹر فہدالاسلام السّلفی کی نانی کا انتقال بروز اتوار ۱۲؍جنوری ۲۰۲۰ء کی صبح چھ بجے ہوا، اور بعد نماز عصر مدھواپٹی مدھوبنی میں سپرد خاک کی گئیں، جنازہ کی نماز آپ کے نواسے ڈاکٹر فہدالاسلام نے پڑھائی، مرحومہ نیک سیرت خاتون، تہجد گذار، صوم وصلوۃ کی پابند، اور نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی تھیں۔ آپ نے زندگی کی ۹۵ بہاریں دیکھیں، احفادواولاد کی لمبی تعداد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین (ڈاکٹر فہدالاسلام السّلفی، پٹنہ)

دعائے صحت کی اپیل: جماعت کی بزرگ ومؤقر شخصیت معروف عالم دین اور جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی کے صدر جناب قاری نجم الحسن فیضی صاحب حفظہ اللہ کی طبیعت کافی علیل ہے ان کو علاج کے لیے اسماعیلیہ ہاسپٹل ممبئی میں داخل کیا گیا ہے۔ اللہ رب العالمین قاری صاحب اور سارے مریضوں کو شفاء کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور اسے باعث محوسیئات وذریعہ رفع درجات بنائے آمین۔ اذھب الباس رب الناس واشفه وانت الشافی لا شفاء الا شفاؤك شفاء لا يغادر سقما۔ احباب جماعت وعامۃ المسلمین سے دعائے صحت کی اپیل ہے۔ (من جناب: اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

جماعتی خبریں

آہ! شیخ اسلم سلفی و مدنی رحمہ اللہ اب ہمارے درمیان نہیں رہے: نہایت ہی افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ مظفر پور بہار کے ممتاز عالم دین حافظ اسلم سلفی و مدنی سابق امام عیدین عیدگاہ بشن پور مہانندوسابق مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ اور صدر کمیٹی مدرسہ تقویۃ الایمان بشن پورٹولہ پیرمیاں آج دوپہر ۸؍فروری ۲۰۲۰ء بروز سنیچر مالک حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کافی عرصہ سے بیمار چل رہے تھے اور آخری ایام میں صاحب فراش ہوگیے تھے۔ اپنے خصوصی فکروانداز سے شہرت رکھنے والے حافظ اسلم سلفی ومدنی رحمہ اللہ نے مظفر پور بہار کا علمی ودینی علاقہ بشن پورٹولہ پیرمیاں میں اپنی آنکھیں کھولیں۔ یہیں آپ نے ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی۔ بعدازاں آپ نے مظفر پور بہار کے قدیم سلفی ادارہ مدرسہ دارالتکمیل اور ہندوستان کے قدیم سلفی ادارہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ بہار سے عالمیت کی سند حاصل کی اور وہیں سے آپ نے مزید علمی تشنگی بجھانے کے لیے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔

مولانا رحمہ اللہ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت متواضع ملنسار اور مہمان نواز طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کے اخلاق واوصاف نہایت کریمانہ تھے جن کا تذکرہ ان کے سینکڑوں کی تعداد میں ملک و بیرون ملک میں پھیلے ہوئے تلامذہ کرتے ہیں۔ ان کے جنازے کی نماز مورخہ ۹؍فروری ۲۰۲۰ء بروز اتوار صبح دس بجے بشن پورٹولہ پیرمیاں کے جنازہ گاہ میں ادا کی گئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ شیخ محترم کی مغفرت فرمائے، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ان کے قبر کو کشادہ کردے اوران کے اہل وعیال کو صبرِ جمیل عطا فرمائے آمین (ادارہ) ☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دواساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر وناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر یا ناظم کا، ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایا جات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایا جات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث کمپلیکس اوراہل حدیث منزل کے دونوں تاریخی اور عظیم تعمیری کاموں کے سلسلہ میں

ایک اعلیٰ سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر۔ ان شاءاللہ

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کو معلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دو عظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔اس سلسلہ میں الحمدللہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہونے والا ہے اور اُردو بازار میں اہل حدیث منزل کی تیسری منزل تک کی تعمیر کا کام مکمل ہوا چاہتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق کے بعد محسنین جماعت وجمعیت کی سخاوت وفیاضی کے مرہون منت ہے۔مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ ومسلسل اعلان کریں۔اور مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقوم ارسال فرمائیں۔

عنقریب ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلیٰ سطحی وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔اس عظیم اور تاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کردار ادا کر کے مشکور و ماجور ہوں۔

نوٹ: اس سلسلہ میں متعلقہ صوبوں کے ذمہ داران واعیان کو اطلاع کردی گئی ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292